صداقت میلاد

مفتی غلام فرید ہزاروی سعیدی

(سابق ایم پی اے۔ گوجرانوالہ)

قارئین کرام! زیرِ نظر رسالہ کا سبب ایک رسالہ ہے جو حال ہی میں اپنی خباثتوں کو دامن تزدیر میں لئے ہوئے مخالفین عید میلاد النبی ﷺ کے بغض رسول کو آشکار کرتا ہوا سرزمین خانیوال میں انتشار وافتراق کی آگ کو بھڑکاتا ہوا مفت تقسیم ہوا ہے جس کے مؤلف نے اپنے اور اپنی جماعت کے خبث باطنی کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عید میلاد جوں جوں قریب آتی ہے تو عید میلاد کے مخالفین کے پیٹ میں درد شروع ہو جاتا ہے اور وہ خواہ مخواہ کراہنے لگ جاتے ہیں۔ شاید یہ لوگ (جو دشمن مصطفیٰ ﷺ ہیں) عید میلاد کی مخالفت میں رسائل شائع کر کے اپنے معنوی جدالجدود کے طریقہ کو اپناتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ نبی کا کلمہ گو کہلانے کے باوجود یہ لوگ شیطان کی طرفداری میں حضور علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہیں۔

قارئین کرام! حقیقت میلاد نامی کتاب کے مؤلف نے خواہ مخواہ کتاب کو ضخیم بنا کر اپنی تشہیر کے پیش نظر غیر متعلقہ باتیں درج کر کے اپنی حماقت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جیسا کہ ان کے اکابر ہمیشہ سے دلائل و براہین سے اپنی تہی دستی محسوس کرنے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے۔ بالکل اسی طرح مولف مذکور قرآن وحدیث سے تو عید میلاد النبی ﷺ کا کفر یا شرک یا حرام و ناجائز ہونا ثابت نہ کر سکا۔ البتہ اپنی کم فہمی و جہالت کی وجہ سے چند حوالے ہمارے اکابر کے ایسے نقل کر دیئے جن کا مدعا سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ غزالی زماں اور مؤلف مذکور

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور سیدی وسندی استاذی ومرشدی غزالی زماں رازی دوراں امام المتکلمین

رئیس المحدثین حضرت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کے کلام کو سمجھنا مولف مذکور کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ کیا جانے قاعدہ اور ضابطہ کیا بلا ہے۔ اس کو اور اس کی جماعت کو تو صرف یہی فکر دامن گیر ہے کہ کہیں حضور علیہ السلام کی شان کا پرچار نہ ہو جائے یہ تو یونہی غیض وغضب میں مرجائیں گے۔ یریدون لیطفوا نور الله بافواھم والله متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

یہ محافل میلاد جلوس میلاد کو دیکھ کر جلتے رہیں گے اور مسلمان خدا کی رحمتیں لوٹتے رہیں گے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

قارئین کرام! میں نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے جاہل عنید کے حوالہ جات وعنوانات کے جوابات تحریر کروں گا۔ غور فرمائیں اور حق وانصاف کی داد دیجئے۔ اولاً ہم عید میلاد النبی کے جواز کا ثبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کے بعد اس کے حوالہ جات کا جواب دیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ اس رسالہ مذکورہ میں کوئی علمی مضمون تو ہے نہیں جس کا جواب ضروری ہوتا۔ اس رسالہ کا جواب اس لئے دیا گیا ہے کہ کہیں کوئی بے علم سادہ سنی مسلمان اس کو پڑھ کر مخادعین و فریب ہندوں کے دام تزویر میں نہ پھنس جائے۔ نیز انتشار مقصود نہیں بلکہ اصلاح مقصود ہے۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ رسالہ کو باعث ہدایت بنا دے۔

اپنے عقیدہ اور دعویٰ کی وضاحت

عید میلاد کا مفہوم یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے

واقعات اور آپ کے فضائل و مناقب و معجزات و کمالات بیان کرتے ہوئے فرح و سرور کا اظہار کرنا اور شریعت کے مطابق روشنی کرنا۔

ہمارے نزدیک جلوس میلاد اور محفل میلاد کا انعقاد نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت موکدہ۔ البتہ جلوس نکالنا اور محافل کا انعقاد امر مستحب ہے۔ جن کا تارک اس کے ترک کی وجہ سے نہ کافر ہے نہ مشرک نہ گمراہ ہاں اگر گستاخ رسول ہے یا ان امور کا از راہ عناد انکار کرتا ہے تو بلا شبہ کافر و گمراہ ہے۔

عید میلاد قرآن کی روشنی میں

دلیل نمبر 1

یایها الناس قد جاء کم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وهدی ورحمة للمومنین قل بفضل الله وبرحمة فبذلك فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون۔ (پ ۱۱ رکوع ۱۰)

ترجمہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کیلئے۔ فرما دیجئے۔ اور یہ اسی کے فضل اور اسی کی رحمت سے ہے تو اس پر چاہیے کہ وہ خوشی کریں۔ وہ بہتر اس سے ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

نصیحت شفاء ہدایت و رحمت سب کچھ حضور اکرم علیہ السلام کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے۔ نیز اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ملنے پر فرح و سرور کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کی سب رحمتوں میں سب سے بڑی رحمت سب نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت سب مہربانیوں میں بڑی مہربانی حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ ہے۔ لہٰذا آپ کی آمد کی خوشی منانا امر مستحب ہے۔ حضور

علیہ السلام کی تشریف آوری رحمت ہے نعمت وفضل ہے اور رحمت ونعمت وفضل کے ملنے پر خوشی کا اظہار قرآن سے ثابت ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کی آمد پر خوشی منانا قرآن سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر 2

وذکرھم بایام اللّٰہ۔(القرآن)

ترجمہ اے نبی ان کو اللہ کے دن یاد دلایئے یعنی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے مقدس اور بابرکت دنوں کا ذکر کریں۔

دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے مبارک امام ایام ہیں۔ جن کا ذکر کرنے کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ تفسیر ابن جریر' خازن' مدارک' مفردات امام راغب میں حضرت ابن عباس' حضرت ابی ابن کعب' حضرت مجاہد' حضرت قتادہ اور دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے ہیں اور ظاہر ہے کہ سب سے بڑی خدا کی نعمت فصل رحمت اس ماہ مبارک ربیع الاوّل میں ہوئی ہے اس لئے اس دن کو منانا جس دن حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی ہے عین مقتضیٰ ہے آیت قرآنی کا۔

دلیل نمبر 3

اما بنعمۃ ربک فحدث۔(القرآن)

ترجمہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ اور ظاہر ہے کہ حضور کی ذات ستودہ صفات خدا کی بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر کرنا بھی مقتضیٰ ہے۔ آیت کریمہ کا۔

قارئین کرام! ان تین آیات قرآنیہ کے ایک ایک لفظ متقاضی ہے کہ مخلص مومن کو چاہیے کہ خدا کی رحمت نعمت وفضل پر اظہار فرح وسرور کرے ان آیات میں

کوئی قید نہیں ہے کہ صرف ایک مرتبہ رحمت کی آمد پر خوشی کی جائے دوبارہ نہ کی جائے آیات کا اطلاق دلالت کرتا ہے کہ جب بھی نعمت و رحمت ملنے کا وقت وموقع آئے تو مسرت وخوشی کا اظہار کیا جائے۔

دلیل نمبر 4

واذکروا نعمة الله علیکم۔ (القرآن)

ترجمہ تم سب مل کر اللہ کی نعمت کا ذکر کرو۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم علیہ السلام کی ذات اقدس خدا کی بڑی سے بڑی نعمت ہے اور آپ کی تشریف آوری بھی نعمت عظمیٰ ہے لہٰذا اس کا ذکر کرنے کیلئے سب کا اکٹھا ہونا اور فرح وسرور کا اظہار کرنا بھی عین مقتضیٰ ہے آیت مذکورہ کا۔

دلیل نمبر 5

ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب۔ (القرآن)

ترجمہ جولوگ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں تقویٰ موجود ہے۔

گویا شعائر اللہ کی تعظیم دلی تقویٰ کی علامت ونشانی ہے۔ صفاء مروہ کی پہاڑیاں صرف اسلئے شعائر اللہ ہو کر واجب التعظیم ہیں کہ ان پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے چل پر ان کو بابرکت فرمایا اگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ کے پاؤں کی برکت سے صفاء ومروہ شعائر بن کر واجب التعظیم ہیں تو حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا دن کیونکر شعائر ہو کر واجب التعظیم نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے یوم ولادت کو منانا اور فرح وسرور کا اظہار کرنا آیت قرآنیہ کا تقاضا ہے۔

دلیل نمبر 6

اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا۔(الایۃ)

ترجمہ اے اللہ ہم پر آسمانوں سے پکا پکایا کھانا نازل فرما تا کہ اس کھانے کے نازل ہونے کا دن ہمارے لئے اور اگلے اور پچھلے سب کیلئے عید کا دن ہو۔

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ کے نزول کے دن کو عید کہنے کا ذکر ہے یعنی جس دن عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو آسمانوں سے صرف جسمانی غذا بطفیل عیسیٰ علیہ السلام ملتی ہے۔ خدا کا جلیل القدر پیغمبر اس دن کو عید کا دن قرار دیتا ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کیلئے جسمانی غذا کے ملنے کا دن نبی کی زبان سے عید کہلانے کا مستحق ہے تو حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا دن جو ساری دنیا کی روحانی غذا کا دن ہے کیونکر عید کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا کی نعمت (چاہے جسمانی غذا کی صورت میں ہو یا روحانی غذا کی صورت میں) کے ملنے کے دن کو خدا کے جلیل القدر رسول نے اپنی زبان پاک سے عید کا دن قرار دیا ہے اور چونکہ ہماری شریعت نے اس کی تردید نہیں فرمائی بلکہ اس کو برقرار رکھا ہے۔ لہٰذا یہ قانون صرف شریعت عیسوی کا ہی نہیں بلکہ ہماری شریعت محمدی کا بھی قرار پائے گا جو شخص یہ کہتا ہے کہ نعمت کے ملنے کے دن کو عید کہنا جائز نہیں۔ اس پر لازم ہے کہ اولاً تو قرآن پاک اور ثانیاً حدیث صحیح سے اس کے عدم جواز کو ثابت کرے۔ ورنہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ منکرین عید میلاد کو محض بغض رسول ﷺ نے اندھا کر رکھا ہے۔

ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ چھ قرآنی آیات سے اپنے مدعا کو ثابت کردیا ہے۔ اس کے برعکس ہمارے فریق مخالف نے جلوس میلاد، محفل میلاد، عید میلاد کی حرمت اور عدم

جواز پر قرآن پاک ایک آیت بھی پیش نہیں کی ہے جو ہمیشہ قرآن وسنت پر عمل کے مدعی ہیں وہ قرآن کی ایک آیت بھی پیش کرنے سے عاجز وقاصر رہے ہیں۔

قارئین کرام! جب حضور علیہ السلام کی آمد کی خوشی میں جلوس نکال کراور محفل میلاد منعقد کر کے مسرت کا اظہار کرنا قرآنی آیات سے ثابت ہے تو اس کو بدعت وحرام کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

عید میلا د احادیث کی روشنی میں

دلیل نمبر 7

مسلم شریف جلد ثانی باب الہجرت ص ۴۱۹ کی پہلی حدیث میں ہے۔ فقد منا المدینة لیلاً فصعد الرجال والنساء فوق البیوت و تفرق الغلمان والخدم فی الطرق نیا دون یامحمد یارسول الله یامحمد یارسول الله۔ یعنی جب حضور علیہ السلام مدینہ میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ کی آمد پر خوشی مناتے ہوئے صحابہ اور صحابیات اور غلاموں اور بچوں نے عام راستوں پر پھیل کر یا محمد یارسول اللہ کے نعرے لگائے اور جلوس نکالا ہے۔

دلیل نمبر 8

خود رسالت مآب ﷺ نے اپنے ہدایت کے ستاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اپنی زبان وحی ترجمان سے اپنا میلاد پاک بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳ یعنی اے صحابہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کی خواب ہوں۔

اس حدیث میں حضور اکرم علیہ السلام نے اپنے میلاد کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی جب آقائے نامدار محبوب کردگار مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو صحابہ

کرام اور ان کے بچوں نے آپ کا استقبالی جلوس نکالا اور فرح وسرور کا اظہار کیا اگر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لانے کے دن جلوس نکال کر حضور کی آمد پر فرح وسرور کا اظہار کیا جا سکتا ہے تو پھر عید میلاد کے جلوس کی اصل صحابہ کا یہ جلوس کیونکر نہیں بن سکتا۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ آنے پر اگر جلوس نکالنا سنت صحابہ کرام ہے۔ حالانکہ یہ اتنی بڑی خوشی کا دن نہیں جتنی خوشی کا دن یوم میلاد ہے تو پھر حضور علیہ السلام کی ولادت کے دن جلوس نکالنا کیونکر بدعت و ناجائز ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کی آمد و تشریف آوری کے دن صحابہ کرام نے جلوس نکال کر فرح وسرور کا اظہار کیا ہے۔ وہاں بھی تشریف آوری پر ہی جلوس نکالا گیا تھا آج بھی مسلمان آپ کی تشریف آوری پر ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جلوس نکالتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ صحابہ کرام نے مکہ سے مدینہ آنے پر جلوس نکالا تھا اور آج حضور کے غلام والدہ محترمہ کے بطن اطہر سے دنیا میں تشریف آوری کے یوم میلاد کو مناتے ہوئے جلوس نکالتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی آمد کی خوشی میں جلوس نکالنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ اگر وہاں صحابہ نے جلوس نکال کر فرح وسرور کا اظہار کی ہے تو یہاں سنی صحیح العقیدہ مسلمان جلوس نکال کر خوشی مناتے ہیں اور اگر وہاں حضور ﷺ کی مکہ میں آمد پر کافر اور مدینہ میں تشریف آوری پر منافق جلتے اور کڑھتے اور صحابہ کرام کے جلوس کو برا سمجھتے تھے تو آج کل بھی انہی کے معنوی پیروکار جلوس عید میلاد النبی پر جلتے کڑھتے رہتے ہیں اور اپنے معنوی آباء کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم چند اقوال ائمہ کرام اور محدثین عظام کے نقل کرتے ہیں جو ہمارے مسلک کے مؤید ہیں انہیں بھی پڑھیے اور ایمان تازہ کیجئے۔

عید میلاد شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

آپ ما ثبت بالسنۃ کے ص ۷۹ پر فرماتے ہیں۔ و لا زال اھل الاسلام

یحتفلون بشهر مولدہ ۔یعنی اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد پاک کی محفلیں منعقد کرتے رہتے تھے ربیع الاوّل شریف میں۔

معلوم ہوا کہ میلاد پاک منانا کوئی آج کے لوگوں کی اختراعی چیز نہیں بلکہ اہل اسلام قدیم زمانے سے اُس کو مناتے رہے ہیں۔

عید میلاد صاحب مجمع بحار الانوار کی نظر میں

نیز بحار الانوار میں ہے کہ مظهر منبع الانوار و الرحمة شهر ربيع الاوّل وانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام ۔یعنی ربیع الاوّل کا مہینہ مظہر و منبع ہے۔انوار و رحمت کا اور بلاشبہ یہ ماہ مبارک ایسا ہے کہ جس میں ہر سال خوشی منانے کا ہم مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔

اس عبارت میں وضاحت موجود ہے کہ ہمیں اس ربیع الاوّل میں خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی اندھا عید میلاد کا انکار کرتا ہے تو اس کی مرضی۔

عید میلاد امام قسطلانی شارح بخاری کی نظر میں

ولازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولدہ ۔(مواہب اللدنیہ) اور ہمیشہ سے اہل اسلام ربیع الاوّل شریف میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آئے ہیں آگے فرماتے ہیں ويظهرون السرور اور ہمیشہ اہل اسلام میلاد شریف کے ماہ میں فرح و سرور کا اظہار کرتے رہے ہیں۔آگے فرماتے ہیں۔ويعقنون بقراة مولد الكريم اور حضور علیہ السلام کی مولد کریم کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں۔آگے فرماتے ہیں فرحم الله امرأ اتخذ ليالي شهر مولدہ المبارك اعياداً یعنی اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو حضور علیہ السلام کی ولادت کے مہینے کی ہر رات کو عید مناتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں لیکون اشد علۃٍ علی من فی قلبہٖ مرضٌ وعنادٌ۔تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین مصیبت بن جائے ان لوگوں پر جن کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے اور عناد (دشمنی رسول ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ جمیع اہل اسلام ہمیشہ سے عید میلاد مناتے رہے ہیں۔فرح و سرور کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ بلکہ میلاد کے مہینہ کی ہر رات کو عید جانتے رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اور جن کو رسول اللہ ﷺ سے عداوت ہے وہ نہ تو عید میلاد مناتے ہیں اور نہ ہی اسے اچھا جانتے ہیں۔ بلکہ الٹا شرک و بدعت کے فتوے لگا کر اپنے صنم اکبر کی راہ پر چلتے ہیں۔

عید میلاد النبی علامہ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان کی نظر میں

آپ محمد رسول اللہ کے تحت فرماتے ہیں۔ومن تعظیمہ عمل الموالد اذ الم یکن فیہ منکرٌ ۔یعنی میلاد شریف منانا بھی حضور علیہ السلام کی ایک تعظیم ہے جب کہ اس میں کوئی خلاف شرح حرکت نہ کی گئی ہو۔

عید میلاد امام جلال الدین سیوطی کی نظر میں

قال الامام سیوطی یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہٖ۔یعنی صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا ہے کہ حضور کی میلاد پاک منانا ہمارے لئے اظہار شکر مستحب ہے۔

عید میلاد امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

دیکھئے علامہ علی بن برہان الدین الحلبی سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۸ پر فرماتے ہیں۔

وقد استخرج لہ الحافظ ابن حجر اصلاً من السنۃ و کذا لحافظ سیوطی ورد علی الفاکہانی المالکی فی قولہ ان عمل المولد بدعۃ

مذمومۃ۔

یعنی حافظ ابن حجر اور امام سیوطی عید میلاد کی اصل سنت سے نکالی ہے اور فاکہانی جو عید میلاد کو بدعت سیئہ کہتا تھا اس کی ان دونوں نے تردید فرمائی ہے۔

معلوم ہوا جلیل القدر ائمہ دین اور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ عید میلاد کے قائل ہی نہ تھے۔ بلکہ مخالفین میلاد اور منکر عید میلاد کی کما حقہ، تردید بھی فرماتے تھے۔ بلکہ بعض جلیل القدر محدثین (جیسے کے امام قسطلانی شارح بخاری) نے تو مخالفین و منکر میلاد کو نفاق کا مریض قرار دیا ہے اور دشمن رسول بتایا ہے۔

قارئین کرام! ہماری پیش کردہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی اور جلیل القدر محدثین کرام کے اقوال مبارکہ سے ہمارا مدعا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے اب بھی اگر کسی کو حق نظر نہ آئے تو وہ اپنی آنکھوں کا اور دل کا علاج کرائے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہی بھلا آفتاب کا

دلیل نمبر

محدث ابن جوزی نے بھی مولد النبی میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ قدیم سے اہل اسلام عید میلاد النبی ﷺ مناتے چلے آئے ہیں۔ اسی طرح انسان العیون، تفسیر روح البیان اور شمائم امدادیہ، فیصلہ ہفت مسئلہ وغیرہ بیشمار کتابوں میں میلاد شریف منانے کے جواز کی تصریحات موجود ہیں۔ بخوالت کے پیش نظر صرف چند ایک حوالہ جات پر اکتفا کر رہا ہوں۔

خود برائے نام مولف حقیقت میلاد نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مروجہ عید میلاد کوئی آج کی نئی چیز نہیں۔ بلکہ چھٹی صدی ہجری سے شروع ہوئی ہے معلوم ہوا کہ مروجہ عید میلاد آج سے آٹھ سو سال قبل کے مسلمان بھی عید میلاد منایا

کرتے تھے۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ مخالف کی قلم نے بھی لکھ دیا ہے کہ عید میلاد منانے والے لوگ کوئی نئے نہیں۔ نہ یہ عمل کوئی نئی چیز ہے بلکہ یہ تو آٹھ سو برس سے بقول مخالف چلے آرہے ہیں۔

قارئین کرام! آپ ذرا اس مولف بے لگام سے دریافت کریں کہ جو عمل آج سے آٹھ سو سال قبل کا ہے اور جو عید میلاد آٹھ سو سال سے مسلمان مناتے چلے آرہے ہیں۔ آپ اس کو کیونکر بدعت اور حرام اور شرک کہتے ہیں' کیا آٹھ سو سال سے سب مسلمان آپ کے نزدیک مشرک ہی چلے آرہے ہیں۔

اعتراض

اگر کہا جائے کہ آج سے آٹھ سو سال قبل عید میلاد کا ثابت ہونا اس سے قبل کے ثبوت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

جواب

عرض یہ ہے کہ موجودہ مروجہ طریقہ پر عید میلاد کو خود مخالف نے آج سے آٹھ سو سال قبل کا مان لیا ہے۔ رہا اس سے قبل صحابہ کے زمانے میں یا خود حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں تو اس کے ثبوت کیلئے قرآنی آیات اور حدیث مسلم جو پیش کردی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث کے ہوتے اور کون سے ثبوت کی ضرورت ہے۔ کیا منکرین عید میلاد قرآن و حدیث کو عید میلاد کے خلاف بتاتے ہیں۔ کیا وہ کوئی آیت یا کوئی ایسی حدیث بتا سکتے ہیں کہ جس میں خدا نے اور خود رسول پاک ﷺ نے عید میلاد سے منع فرمایا ہو۔ خدا نے کس آیت میں عید میلاد منانے جلوس نکالنے اور حضور علیہ السلام کی ولادت پر خوشی کرنے سے روکا ہے اور کون سی حدیث میں حضور علیہ السلام نے کسی کی ولادت کی خوشی منانے سے منع کیا ہے۔ جب کسی کی ولادت کی خوشی منانے کی مخالفت

شریعت میں موجود نہیں ہے تو رسول پاک ﷺ کی ولادت کی خوشی کی مخالفت کہاں سے آ گئی ہے ممانعت پائی گئی ہے۔ ہاں ہو سکتا ہے کوئی وحی معہود ذہنی نے ان کو بھیجی ہو جس میں اس کی مخالفت کی تصریح ہو۔ بلکہ ہوتا ہی یہ ہے کہ وہ معہود ذہنی ان کی طرف ایسی باتیں القاء کرتا ہے اور ان کو دین سے ورغلاتا رہتا ہے۔

قارئین کرام! مخالفت کا یہ عجیب نرالہ اور انوکھا مغالطہ ہے کہ کسی امر کے جائز ہونے کیلئے تو قرآن وحدیث کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن ناجائز اور حرام اور شرک کہنے کیلئے نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی حاجت گویا خود ہی خدا اور رسول کا منصب سنبھال بیٹھے ہیں۔ کیوں جناب اگر جواز کیلئے دلیل ہونی چاہیے تو عدم جواز اور حرام و شرک ہونے کیلئے کیوں دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیا اس لئے کہ ناجائز اور حرام اور شرک کا فتویٰ تمہارا ہے۔ اسلئے وہ بلا دلیل ہی چل جائے گا۔ نہیں صاحب یہ تو بڑی ناانصافی ہے کہ جواز تو محتاج دلیل ہو اور عدم جواز دلیل سے بے نیاز رہے کیا ''وہابڑا اینڈ کمپنی'' یہ نہیں جانتی کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

افما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲)

یعنی حلال اور حرام وہ ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حلال اور حرام کیا ہو۔ اور جس سے وہ خاموش رہے ہیں وہ معاف ہے۔ یعنی جس کو خدا اور رسول نے نہ حلال کہا اور نہ حرام کہا وہ حرام نہیں بلکہ معاف ہے۔ اگر اس کو کسی نے کر لیا تو اس پر کوئی گرفت نہ ہو گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حرام و ناجائز و شرک کہنا بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل شرعی یا قرآن پاک ہے یا حدیث یا اجماع امت یا فقہاء کرام کا قیاس۔ لہٰذا مخالفین پر لازم ہے کہ عید میلاد کے ناجائز حرام یا شرک ہونے پر ان ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل قائم کریں۔ ورنہ ہم لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنے میں حق بجانب ہوں گے۔

منکرین میلاد کیلئے دعوت نظر وفکر

یادرکھئے کراہت بھی بلادلیل خاص کے ثابت نہیں ہوسکتی چہ جائے کہ حرمت و عدم جواز ثابت ہو۔یعنی کراہت جواحکام شرعیہ میں سے ادنیٰ درجہ کاحکم ہے یہ بھی محتاج دیل خاص ہے۔ جہاں کراہت کی دلیل خاص وارد ہوگی وہاں کراہت ثابت ہوگی اور جہاں کراہت پر دلیل خاص وارد نہ ہووہاں کراہت ثابت نہیں ہوسکتی۔ملاحظہ ہوحوالہ جات کتب معتبرہ فقہ شریف ردالمختار ج اص ۶۸۳ **لایلزم منه ان یکون مکروهاً الابنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلا بدله من دلیل۔** یعنی بلادلیل خاص اور نہی خاص کے مکروہ نہیں ہوسکتا کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے جس کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

بحرالرائق ج ۲ ص ۱۷۶ میں ہے **لایلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابدلها من دليل خاص** ۔یعنی مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہوسکتی۔کیونکہ کراہت کے ثبوت کیلئے دلیل خاص کی ضرورت ہے۔

اسی طرح ردالمختار ج ۵ ص ۴۵۵ میں ہیں۔**لیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله تعالیٰ باثبات الحرمة والکراهة الذین لابدلهما من دلیل بل فی القول بالاباحته التی هی الاصل** ۔یعنی کسی چیز کی حرمت وکراہت کاقول کرنابلادلیل خصوص خدا کی ذات پرافتراءتو ہے لیکن اس میں احتیاط نہیں۔البتہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت کاقول کیاجائے۔جواصل ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث اورفقہ حنفی کی تعلیم یہی ہے کہ جس چیز کوخدااور رسول نے منع کیا ہواوراس کی ممانعت پرخاص دلیل وارد ہووہ منع ہے اور جس کی ممانعت پرخاص دلیل نہ ہووہ منع نہیں۔بلکہ کم ازکم مباح ہے۔

افسوس ہے آج کل کے دیوبندی وغیر مقلد علماء پر جوایسے ٹھوس دلائل کی

موجودگی میں عدم ورود کو عدم جواز کی دلیل بنا لیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہے کہ جواز کیلئے ورود خاص کا مطالبہ کرتے ہیں اور ممانعت اور حرمت وغیرہ کیلئے دلیل خاص کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

قارئین کرام! بلا دلیل شرعی اور دعاء ممانعت شریعت پر خدا اور رسول پر افترا و تہمت نہیں تو اور کیا ہے۔

قارئین کرام! مؤلف مذکور نے ص ۱۱ سے ص ۱۴ تک ''انسانیت کے نجات دہندہ سے حلف وفاداری'' کے عنوان کے تحت چند آیات قرآنیہ (جن کا عید میلاد کی ممانعت سے دور کا تعلق بھی نہیں) نقل کی ہیں۔ جن میں اطاعت رسول اور محبت رسول کی فرضیت و اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کو نقل کرنے سے صرف یہ مقصد تھا کہ کتاب کی ضخامت کے ساتھ ساتھ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ فریب اور دھوکہ دے کر متاثر کیا جا سکے کہ مؤلف نے عید میلاد کے ناجائز ہونے پر کئی آیات قرآنیہ پیش کی ہیں۔ لیکن ان کو معلوم نہ تھا کہ ہمارے اس فریب کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوڑ دیا جائے گا۔ آئندہ صفحات میں ہم اس کے سوالات کے دنداں شکن جوابات لکھ کر معاندین و منکرین کے اعتراضات کی دھجیاں آپ کو فضا میں ھباء منثورا ہوتی ہوئی دکھائیں گے۔

اس کے بعد ص ۱۴ سے ص ۱۵ تک ''خود ساختہ عید میلاد کا حدیث و تاریخ فقہاء کی کتب میں پتہ نہیں چلتا'' کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

1) یہ کہ بریلوی مکتب فکر کے لوگ عید میلاد نہ منانے والوں کو کافر منافق ابلیس قرار دیتے ہیں۔

2) یہ کہ بریلویوں کے نزدیک عید میلاد منانا فرض ہے لیکن اس کی فرضیت پر انہوں نے دلیل قائم نہیں کی۔

3) یوم ولادت کا سراغ آثار صحابہ، تابعین، فقہاء کرام مورخین محدثین کی معروف

کتب بلوغ المرام سے لے کر بخاری تک کہیں بھی نہیں ملا۔

4) یہ کہ تمام کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں عید میلاد کا باب نہیں ملا۔

قارئین کرام! اب نمبر وار جواب سماعت فرمایئے گا اور غور سے پڑھ کر حق و انصاف کی داد دیجئے گا۔

سوال 1 کا جواب! بریلوی علماء کرام نے کبھی کسی مومن مسلمان کو کافر نہیں کہا بلکہ ان کا تو یہ فیصلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ البتہ ہم کسی کافر بے دین و گستاخ رسول کو مومن و مسلمان ماننے اور کہنے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ ہم ہر گستاخ رسول کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن عید میلاد نہ منانے اور اس کے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے عقائد کفریہ اور گستاخی رسول کی وجہ سے کافر منافق ابلیس جانتے ہیں۔ چونکہ عید میلاد نہ منانیوالوں کی اکثریت اور منکرین میلاد کے عقائد کفریہ ہیں۔ اور وہ رسول کی گستاخی کے مرتکب ہیں۔ اس لئے ان کو کافر کہنے والے اس انکار کی بناء پر کافر نہیں کہتے۔ اسی طرح کوئی مسلمان اگر کوئی دینی یا دنیوی عذر شرعی کے تحت عید میلاد نہیں منا سکتا یا اس میں شمولیت نہیں کر سکتا تو وہ اس بناء پر نہ کافر ہوتا ہے نہ گمراہ اگر اس کے عقائد درست ہیں تو وہ مسلمان ہی رہے گا۔

سوال نمبر 2 کا جواب! ہمارے اکابر میں سے آج تک کسی نے کہیں بھی عید میلاد منانے کی فرضیت کا قول نہیں کیا۔ مؤلف مذکور نے یہ دروغ بے فروغ شاید اپنے آپ کو لعنة اللّٰہ علی الکاذبین کے مصادیق میں سے مصداق اعلیٰ ہونے کا ثبوت مہیا کرنے کیلئے بولا ہے۔ کیوں جناب کسی بریلوی عالم کی کتاب سے اس کی فرضیت کا دعویٰ ثابت کرنے کی ہمت کریں گے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمیں اجازت دیجئے تا کہ ہم لعنة اللہ علی الکاذبین پڑھ کر آپ کے اور آپ کی پوری جماعت سلف و خلف کے ارواح شریرہ کو ایصال ثواب کر دیں۔

سوال 3 اور 4 کا جواب! اگر آپ اپنی آنکھوں سے بغض وعناد اور تعصب کی پٹی اتار کر قرآنی آیات اور احادیث نبوی کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں عید میلاد آفتاب نصف النہار کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئے گی۔ کیوں جناب حضور علیہ السلام کی آمد وتشریف آوری نعمت ورحمت نہیں ہے۔ یقیناً ہے تو پھر فبذالك فليفرحوا۔ اس پر خوشی مناؤ۔ اس کے ثبوت کیلئے کیوں کر کافی نہیں۔ آپ کی نظر سے یہ آیت کبھی نہیں گزری۔ اور کیا مشکوٰۃ ص ۵۱۳ کی حدیث الا اخبركم باول امرى انا دعوة ابراهيم و بشارة عيسىٰ و روياء التى رات اى حين وضعتنى۔

اور حدیث کی کتابوں میں فیہ ولدت اور ترمذی شریف ص ۲۰۲ میں باب میلاد النبی ﷺ کے مقدس اور ایمان افروز الفاظ نظر نہیں آئے۔ اور کیا ورویا التی رأت امی حین وضعتنی یعنی وہ خوابیں جو میری ماں نے مجھے جنتے وقت دیکھیں اور فیہ ولدت یعنی میں پیر کے روز پیدا ہوا ہوں کے الفاظ میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر موجود نہیں ہے نہ معلوم ان اندھوں کو امام ترمذی (جو صحاح ستہ میں سے جلیل القدر محدث ہیں) کی کتاب ترمذی شریف ص ۲۰۲ میں ''باب میلاد النبی ﷺ'' کیوں نظر نہیں آیا۔

قارئین کرام! اگر کتب حدیث میں عید میلاد کا ذکر نہ ہوتا اور محدثین کرام کی نظر میں اگر میلاد پاک کا ثبوت نہ ہوتا تو امام ترمذی جیسا جلیل القدر محدث اپنی کتاب میں ''میلاد النبی ﷺ کا باب'' کیوں باندھتے۔ ثابت ہوا کہ کتب حدیث میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر نہایت اہتمام سے کیا گیا ہے۔ مؤلف مذکور کا کہنا ''اس کا سراغ کتب احادیث سے نہیں ملا''۔ صریح اور سفید جھوٹ ہے' جو ان کو اپنے جدالجد ود سے وراثت میں ملا ہے۔

عید میلاد کو نوروز اور مہرجان پر قیاس کرنا باطل ہے

اس کے بعد مؤلف مذکورہ نے صفحہ 15 سے صفحہ 17 تک ''حضور علیہ السلام نے صحابہ

کرام کو غیر مشروع عیدین سے روک دیا تھا‘‘ کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا ہے۔اس کا خلاصہ صرف یہ ہے۔

1) حضور علیہ السلام جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے کچھ لوگوں کو ایک جشن مناتے دیکھ کر یہ دریافت فرمایا یہ کون سے دن ہیں جن کو تم مناتے ہو۔ انہوں نے کہا! حضور یہ وہ دن ہیں۔جن میں ہم زمانہ جاہلیت میں لہو ولعب کرتے تھے اور کھیلا کودا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے تم کو ان دو دنوں کے بدلے دو عیدیں دی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس طرح نوروز اور مہرجان کو منانا ناجائز ہے۔اسی طرح عید میلاد کو منانا بھی ناجائز ہے۔

جواب 1 قارئین کرام غور فرمائیں کیسا گستاخ ہے مؤلف مذکور کہ عید میلاد کو ’’نوروز‘‘ اور ’’مہرجان‘‘ پر قیاس کر رہا ہے۔خدا کی قسم حدیث مذکورہ میں ایک لفظ بھی ایسا موجود نہیں ہے۔جس سے عید میلاد کا ناجائز ہونا ثابت ہو۔اس میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں دنوں کے بدلے میں تم کو عیدین کے دو دن دیئے گئے ہیں۔لہٰذا بجائے ان کے ان میں فرح وسرور کا اظہار کر لیا کرو۔لیکن اس حدیث میں وہ کون سا لفظ ہے جس سے یہ ثابت ہوا کہ عیدین کے علاوہ کسی اور دن کو عید کہنا درست نہیں ہے۔ نیز نوروز اور مہرجان کے منانے سے تو حضور علیہ السلام نے خود منع فرما دیا ہے لیکن اگر تمہارے اندر صداقت ہے تو سرکار کی زبانی عید میلاد منانے کی ممانعت ثابت کرو۔

جواب 2 جب نعمت ورحمت کے ملنے کے دن کا عید ہونا ہم قرآن سے ثابت کر آئے ہیں تو قرآن کے مقابلہ میں ایسی حدیث کو پیش کرنا۔جس میں لفظ عید کے اطلاق سے ممانعت کا ذرہ تک موجود نہ ہو کیونکر درست ہے۔ نیز یہ کہنا کہ سرکار نے مکی اور مدنی زندگی میں کسی کو عید میلاد کی ترغیب نہیں دی۔ لہٰذا ناجائز ہے۔ یہ بھی انوکھا اور نرالا استدلال ہے۔اوّلاً تو خود سرکار محفل میلاد منعقد کر کے (جس کا ذکر مشکوٰۃ کے حوالہ

سے گزر چکا ہے) ترغیب دلائی ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض ترغیب نہ دلائی ہوتی تو بھی اس کو عدم جواز کی دلیل کیونکر بنایا جا سکتا ہے۔ عدم جواز کیلئے تو علیحدہ ممانعت کی تصریح کی ضرورت ہے۔ ھا توا برھان کم ان کنتم صادقین۔

اعتراض

اس کے بعد ص 17 سے لے کر ص 18 تک جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہفتہ اور اتوار کے دن سرکار نے روزہ رکھ کر عملی طور پر مشرکین کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ مشرکین ان دنوں میں عید مناتے تھے تو سرکار نے روزہ رکھ کر عملی مخالفت کر کے یہ بتایا ہے کہ اسلام تیسری عید کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ عید کے دن ہوتے تو آپ روزہ نہ رکھتے۔ معلوم ہوا عید میلاد بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس دن بھی سرکار نے روزہ رکھا ہے۔

جواب واقعی ہفتہ اور اتوار مشرکین کی عید کے دن تھے اور اس کی سرکار نے سختی سے مخالفت فرمائی ہے لیکن اس عبارت کا ہماری عید میلاد سے کیا تعلق ہے۔ منقولہ عبارت کا ایک لفظ بھی تو عید میلاد کے ناجائز ہونے پر دلالت نہیں کرتا پھر اسے نقل کرنے سے کیا حاصل نیز فبذالک فلیفرحوا کے حکم کے خلاف ہے۔

کیونکہ فلیفرحوا مطلق ہے المطلق یجری علیٰ اطلاقہٖ کے تحت سرکار کی آمد و تشریف آوری جیسی رحمت و نعمت پر خوشی منانا عین مطلوب خدا ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے حق کی منقولہ عبارت سے عید میلاد کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے تو قرآن کریم سے ٹکرانے کی وجہ سے یہ روایت مردود و باطل قرار پائے گی۔

اعتراض

اس کے بعد ص 18 سے ص 19 تک ”حضور کی ولادت کے دن کون سا عمل

حضور کو محبوب تھا'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیر کے روز سرکار نے عمداً روزہ رکھا ہے جس کو بریلوی مکتب فکر کے اکابر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اگر سرکار کی ولادت کا دن عید کہلانے کا مستحق ہوتا تو آپ اس میں روزہ نہ رکھتے۔ کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا قطعی حرام ہے۔

جواب اولاً تو یہ حکم کہ عید کے دن روزہ نہ رکھا جائے مخصوص ہے۔ عید قربان اور عید الفطر کے ساتھ۔ اس کے علاوہ عید میلاد اور روزہ کے مابین کوئی منافات و تضاد نہیں ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ عید بھی ہو اور روزہ بھی جیسا کہ احادیث کی روشنی میں جمعہ کے دن کا عید ہونا بھی ثابت ہے لیکن جمعہ کے روزہ سے احادیث میں کہیں بھی منع نہیں کیا گیا۔ بخاری و مسلم اور ترمذی و خازن میں جمعہ کے دن کا عید ہونا ثابت ہے۔ لیکن کہیں بھی ایک ضعیف حدیث تک نہیں ملتی. کہ سرکار نے جمعہ کے روزہ سے منع کیا ہو۔ صرف اس لئے کہ یہ دن عید کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے باوجود وہ مسلمانوں کیلئے عید ہے۔ اسی طرح یوم ولادت روزہ رکھنے کے باوجود روز عید ہے۔ جمعہ کے دن روزے کا ذکر مسلم شریف و دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔ لیکن انہی کتب حدیث میں اس کو عید قرار دیا گیا ہے۔ ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۱ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے الیوم اکملت پڑھی تو ایک یہودی نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید مناتے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس دن یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس دن ہماری دو عیدیں تھیں۔ ایک جمعہ اور ایک یوم عرفہ۔

ثانیاً یہ کہ ماہ رمضان شریف میں کم از کم چار جمعہ آتے ہیں۔ جب حدیث سے جمعہ کا دن عید ہونا ثابت ہے تو پھر مخالفین کو چاہیے کہ رمضان کے چار جمعہ ہڑپ کر لیا کریں۔ کیونکہ اگر روزہ رکھا تو حرام قطعی کے مرتکب اور شیطان قرار پائیں گے۔ لہٰذا

اس معمہ کو مؤلف مذکور ہی حل کرے کہ رمضان کے جمعوں میں روزہ رکھے تو عید کے دن روزہ رکھنا لازم آتا ہے۔ اور اگر روزہ نہ رکھے تو پھر من شھد منکم الشھر فلیصمہ' کی شدید مخالفت لازم آئے گی۔ خلاصہ یہ کہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں روزہ رکھنا منع ہے حرام ہے لیکن عید میلاد کے روز نہ تو روزہ رکھنا واجب ہے اور نہ ہی حرام بلکہ مستحب ہے۔

ثالثاً یہ کہ قرآن پاک سے یوم ولادت کا عید ہونا اور یوم فرح وسرور ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا اس دن فرح وسرور کا اظہار کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے اور اس میں ساتھ ساتھ روزہ رکھنا حدیث سے ثابت ہے لیکن عید الاضحیٰ اور عید الفطر کا یہ حال نہیں ہے۔ کیونکہ ان عیدین کا اگر عیدین ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو ان میں روزے کی حرمت بھی احادیث سے ثابت ہے۔ الغرض عیدین مذکورین کے عیدین ہوتے ہوئے اس میں روزہ کی حرمت ثابت ہے۔ لیکن عید میلاد کے عید ہوتے ہوئے روزہ کا ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا عید میلاد کو خواہ مخواہ بلادلیل عیدین مذکورین پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق اور باطل ومردود ہے۔ عجیب بات ہے مؤلف مذکور اہلحدیث ہوتے ہوئے قیاس کر کے اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔

اعتراض

اس کے بعد ص ۱۹ سے لے کر ص ۲۱ تک ''پیغمبر کے طریقے کے خلاف کوئی عمل مقبول نہیں'' کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ نیز یہ کہ بعض لوگوں نے سرکار سے پہلے قربانی کر لی تو دوبارہ کرنے کا حکم ہوا۔ نیز کچھ لوگوں نے رمضان سے ایک دن قبل ہی روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن خدا اور رسول نے منع کر دیا۔ معلوم ہوا عید میلاد چونکہ نہ خدا نے منائی ہے نہ رسول نے لہٰذا یہ بھی ناجائز ہے۔

جواب اوّل آیات قرآنی اور حدیث نبوی سے ہم عید میلاد ثابت کر چکے ہیں اور یہ بتا چکے ہیں کہ عید میلاد خود خدا کی مطلوب و محبوب چیز ہے اور سرکار کی بھی پسندیدہ ہے۔ لیکن نجدیت وو ہابیت حق ماننے اور سمجھنے سے آڑے آ ہی جاتی ہے۔

قارئین کرام! لاتقدموا کا عید میلاد کے عدم جواز سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ لیکن مخالف نے اپنا مصنوعی رعب عوام پر طاری کرنے کیلئے اس کو بھی لکھ دیا ہے۔ اگر سرکار نے بعض لوگوں کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور قربانی میں تقدم سے منع فرمایا ہے تو یہ حق ہے۔ اسی طرح رمضان سے ایک روز قبل روزہ رکھنے والوں کو سرکار نے منع فرمایا ہے۔ تو یہ بھی حق ہے۔ لیکن اس کا عید میلاد کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ جس سے سرکار نے منع فرمایا ہے۔ وہ یقیناً منع ہے۔ لیکن مخالف پر لازم تھا کہ وہ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کرتا۔ جس میں خدا نے یا رسول اللہ ﷺ نے صریح الفاظ میں عید میلاد سے منع کیا ہو۔ اگر نہیں تو پھر یہ قیاس کیسا۔ ہم یہی تو کہتے ہیں کہ جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ وہ منع ہے اور اس سے باز رہنا ہی ضروری ہے اور جس کے کرنے کا حکم دیا ہے (یا جس کو خود کیا ہو) اس کا کرنا مطلوب و محبوب ہے۔ چونکہ عید میلاد سے کہیں بھی منع نہیں کیا بلکہ خود محفل میلاد منعقد کر کے سرکار نے عید میلاد کا محبوب و مرغوب ہونا ظاہر فرما دیا ہے۔ اس لئے یہ مستحب ہے۔

جواب ثانی اگر آیت منقولہ کے مطابق کسی کام کے کرنے میں تقدم منع ہے۔ تو کیا کسی کام کو حرام۔ ناجائز اور شرک قرار دینے میں تقدم منع نہیں ہے۔ یقیناً یہ بھی منع ہے۔ جس کو صریح الفاظ میں سرکار نے جائز قرار نہیں دیا اگر وہ ناجائز ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس کو صریح الفاظ میں رسول نے ناجائز اور حرام اور شرک قرار نہیں دیا وہ کیونکر خود بخود ناجائز اور حرام و شرک ہو سکتا ہے' اگر کسی فعل کے جواز کیلئے قول یا فعل رسول ہی ضروری ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی فعل کے عدم جواز کیلئے قول رسول کی ضرورت نہیں۔

اعتراض

اگر کہا جائے کہ ترک رسول سنت رسول ہے اس لئے ترک کے ہوتے ہوئے قول کی ضرورت نہیں۔

جواب گذارش ہے کہ اولاً تو عید میلاد کے متعلق بجائے ترک کے فعل رسول ثابت ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل ثابت کیا جا چکا ہے۔ بالفرض اگر فعل ثابت نہ ہوتا تب بھی عدم جواز کیلئے ترک کو سند نہیں بنایا جا سکتا اگر کوئی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتا تو ہم اس سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا ترک رسول کا سنت رسول ہونا جمیع امت سمیت صحابہ کیلئے ہے یا جماعت صحابہ کے علاوہ امت کے افراد کیلئے ہے۔ اگر شق ثانی سے جواب ہو تو لاتقدموا اور لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے مخاطبین سے جماعت صحابہ کی تخصیص ضروری ہے جس پر مخالف تا قیام قیامت کوئی دلیل قائم نہیں کرسکتا۔ بلکہ ان آیات کے مخاطبین اوّلین تو ہیں ہی صحابہ کرام جیسا کہ خود مؤلف مذکور نے اپنی کتاب کے ص ۲۰ پر آیت مذکورہ کے شان نزول کو نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ صحابہ میں سے بعض نے تقدم کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور اگر مراد شق اوّل ہو تو یہ بھی باطل و مردود ہے کیونکہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ جمع قرآن کی تحریک کے وقت جب خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور دونوں نے پھر حضرت زید سے کہا کہ لوگ جنگوں میں شہید ہو رہے ہیں۔ حفاظ کرام ختم ہو جائیں گے۔ لہٰذا قرآن کو جمع کر دینا چاہیے تو جواب میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر دونوں کو حضرت زید نے جو فرمایا ہے۔ وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اور پھر اس کے بعد حضرت صدیق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور پھر دونوں نے مل کر حضرت زید سے جو فرمایا وہ بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اتفعل ما لم یفعلہ رسول اللہ

(ﷺ)۔ کیا اے صدیق رضی اللہ عنہ تم وہ کام کرنا چاہتے ہو جو سرکار نے نہیں کیا۔ تو جواب میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ ہو خیر۔ اے فاروق رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم وہ بہتر کام ہے۔ (اگرچہ سرکار نے نہیں کیا) اسی طرح حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق نے حضرت زید کے سوال اتفعلان مالم یفعله رسول اللّٰہ (ﷺ) کے جواب میں فرمایا! واللّٰہ هو خیرٌ (اے زید اگرچہ سرکار نے یہ نہیں کیا) لیکن اللہ کی قسم یہ بہتر ہے۔

معلوم ہوا کہ ترک رسول کو سنت رسول قرار دینا باطل و مردود ہے اگر ترک رسول سنت ہوتا تو جناب صدیق اکبر جناب فاروق جناب زید جیسی مقدس ہستیاں اس کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرتیں۔ کیا ان صحابہ کرام کو لاتقدموا اور لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنة کے مفہوم کا پتہ نہ تھا۔ کیا مؤلف مذکور ان صحابہ کرام سے بھی بڑھ کر قرآن کی تفسیر جانتا ہے۔ کیا بزعم مؤلف مذکور صحابہ کرام نے جمع قرآن کی تحریک چلا کر اور قرآن جمع فرما کر لاتقدموا اور لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنة کی مخالفت کی ہے اور پھر غضب بالائے غضب یہ ہے کہ مخالف میلاد کے مزعومات کے مطابق جب قرآن کا جمع ہونا خود قرآن کے خلاف ہے اور اس کو جمع کرنا قرآن کی نافرمانی ہے تو پھر اس قرآن پر وہابیوں کا ایمان کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے اور پھر اس قرآن کو نمازوں میں پڑھ کر تم اپنی نمازوں کو کیوں کر صحیح متصور کر سکتے ہو۔ خلاصہ یہ کہ مخالف کا مذکورہ ضابطہ قطعاً باطل و مردود ہے۔ جس کی صحت کی بناء پر صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام مخالف قرآن قرار پاتے ہیں۔

نعوذ باللّٰہ من ذالك۔

تاریخ ولادتِ باسعادت

اعتراض

اس کے بعد مؤلف مذکور ص ۲۱ سے لیکر ص ۲۴ تک حضور علیہ السلام کی تاریخ ولادت پر محدثین کا اختلاف بیان کرتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ تاریخ ولادت مختلف فیہ اور متنازعہ فیہ ہے اس لئے بارہ تاریخ کو عید میلاد منانا جائز نہیں ہے۔

جواب قارئین کرام! اوّل تو شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے متعدد اور مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے صاف طور پر تحریر کرتے ہیں۔ **فالا اکثرون علی انہ' عام الفیل وبہ قال ابن عباس ومن العلماء من حکمی الاتفاق علیہ** ۔ یعنی اکثر کا اتفاق اسی پر ہے اور بعض علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی ہے پھر مہینہ میں اختلاف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ **والمشهور انه الربیع الاوّل وهو قول جمهور العلماء ونقل ابن الجوزی الاتفاق علیه** ۔ یعنی اور مشہور یہی ہے کہ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی اور یہی قول ہے جمہور علماء کا اور ابن جوزی محدث نے اسی پر اجماع نقل کیا ہے۔ پھر تاریخ کا اختلاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **وقیل لاثنی عشر** ۔ یعنی بعض نے کہا ہے کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے اور اس کے بعد شیخ اپنی طرف سے فرماتے ہیں۔ **وهوا لمشهور وعلیه عمل اهل مکة فی زیارتهم موضع مولده فی هذا الوقت قال الطیبی اتفقوا علی انه ولد یوم الاثنین ثانی عشر الربیع الاوّل** یہی مشہور ہے اور اہل مکہ کا عمل بھی اسی پر ہے۔ جب کہ وہ ربیع الاوّل میں بارہ تاریخ کو حضور کی ولادت کا وقت آتا ہے تو اہل مکہ حضور کی جائے پیدائش کی طرف جاتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ شیخ عبدالحق کے نزدیک عام فیل ماہ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ صحیح درست ہے اور اسی کو مشہور کے لفظ سے تعبیر فرمانے کے ساتھ علماء کا اجماع بھی نقل کر کے ثابت رکھتے ہیں۔ اس کی تردید نہیں فرماتے اگر آپ کے نزدیک بارہ تاریخ صحیح نہ ہوتی تو اس کی تردید فرماتے۔ تردید نہ فرمانا واضح دلیل ہے کہ آپ اسی تاریخ کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ شیخ کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ بھی عید میلاد مناتے تھے کیونکہ وہ اہل مکہ بارہ ربیع الاوّل آپ کی ولادت کے وقت جائے ولادت پر جایا کرتے تھے۔ جس پر شیخ کی عبارت شاہد ہے۔ **وعلیه عمل اهل مکه فی زیاتهم موضع مولده۔**

نیز طبری اور ابن خلدون نے بھی بار ربیع الاوّل کو صحیح قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اکثر کے نزدیک مشہور قول یہی ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت بار ربیع الاوّل کو ہوئی ہے۔ مؤلف مذکور کا یہ کہنا کہ شیخ کا بار تاریخ سے اختلاف ہے۔ سراسر جھوٹ ہے۔ **لعنة اللّٰه علی الکاذبین۔**

جب اکثر قول یہی ہے تو فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق چونکہ اکثر کا قول اقل کے مقابلہ میں معتبر ہوتا ہے۔ لہٰذا بار ربیع الاوّل کا قول ہی معتبر ہوگا۔

جواب ۲ تاریخ میں اختلاف کے پائے جانے سے عید میلاد کے ناجائز ہونے پر استدلال کرنا بھی عجیب نرالی حماقت و جہالت ہے، کیا جس کی تاریخ میں اختلاف ہو وہ ناجائز ہوتا ہے۔ کیا آپ عدم جواز کا یہ معیار حدیث رسول سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اگر ہمت ہے تو ایک حدیث ہی پیش کر کے منہ مانگا انعام لو۔ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جس کی تاریخ میں اختلاف ہو وہ ناجائز ہوتا ہے۔ **وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین۔**

قارئین کرام! اگر ناجائز ہونے کا معیار وہی ہے جو مؤلف نے پیش کیا ہے تو

پھر مؤلف کو سرے سے سرکار کی ولادت سے ہی انکار کر دینا پڑے گا کیونکہ اگر اختلاف تاریخ عدم جواز کی دلیل بنایا جاسکتا ہے تو مخالف کے مزعومات کے تحت سرے سے ولادت سے انکار کی دلیل بھی بنایا جاسکتا ہے۔ نیز اس سے تو رفع یدین، قرأت خلف الامام، آمین بالجہر وغیرہ کا ناجائز ہونا بھی لازم آتا ہے۔ کیونکہ ائمہ دین، محدثین اور فقہاء کا ان میں اختلاف ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے بے لگاموں سے اس کا انکار بھی بعید نہیں۔

اعتراض

اس کے بعد مؤلف مذکور ص ۲۴ سے لے کر ص ۲۶ تک جو کچھ لکھتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کل بریلویوں نے ہندوؤں عیسائیوں اور مہاتما بدھ کے ماننے والوں سے متاثر ہو کر عید میلاد منانا شروع کر دیا ہے۔

جواب قارئین کرام! غور فرمایئے کتنی گندی ذہنیت ہے کہ جو محفل پاک خود سرکار نے منعقد فرمائی ہو۔ اس کو یہ وہابی نجدی ہندوؤں عیسائیوں اور مہاتما بدھ کے تہواروں سے تشبیہ دے کر رسول خدا ﷺ کی گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کیا یہ بغض وعناد کی دلیل کافی وشافی نہیں ہے اور کیا ان کے مزعومہ کے مطابق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دشمنان رسول کی یہ لمبی لمبی تاناف رسیدہ داڑھیاں یہودی احبار و رہبان سے متاثر ہو کر رکھی گئی ہیں۔ اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یقیناً کہا جاسکتا ہے اگر کہا جائے کہ حدیث سے یہ ثابت ہے تو ہم کہیں گے کہ قرآن وحدیث سے عید میلاد کی خوشی منانا بھی ثابت ہے۔

اعتراض

اس کے بعد مؤلف مذکور ص ۲۶ سے لے کر ص ۲۹ تک جو کچھ لکھتا ہے۔ اس کا

خلاصہ یہ ہے۔

۱) یہ کہ بریلویوں کے مفتی احمد یار خاں نے جاء الحق میں تسلیم کرلیا ہے کہ میلاد شریف قرونِ ثلاثہ کے بعد ایجاد کی گئی ہے یعنی چھٹی صدی ہجری کے بعد یہ میلاد گھڑی گئی ہے۔

۲) یہ کہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصریح کے مطابق اور ابن کثیر اور ابن جوزی کی تصریحات کے مطابق بھی چھٹی صدی ہجری کے بعد والی اربل سلطان مظفر الدین ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ ابن زین الدین نے محفل میلاد کی بنیاد ڈالی ہے اور قاضی ابن خلکان کی تصریح کے مطابق مظفر الدین والی اربل اس کا بانی ہے۔

۳) یہ کہ پہلے لوگ اس کو بارہ وفات کہا کرتے تھے اور اب اس کا نام تبدیل کر کے عید میلاد رکھ دیا ہے۔

سوال 1 کا جواب مفتی احمد یار نعیمی کی عبارت کا مطلب مؤلف مذکور نہیں سمجھ سکے۔ عبارت کے سمجھنے میں خوب ٹھوکر کھائی ہے۔ مفتی احمد یار نعیمی کی عبارت کا مطلب صرف یہ ہے کہ موجودہ مروجہ طریق پر قرونِ ثلاثہ میں عید میلاد نہ تھی۔ محض میلاد کو تو وہ خود رسول اللہ کی سنت قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو جاء الحق ص ۲۳۴ پہلی سطر فرماتے ہیں کہ ''خود حضور اکرم ﷺ نے مجمع صحابہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی ولادت اور اپنے اوصاف بیان فرمائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ میلاد منانا سنت رسول اللہ ﷺ بھی ہے''۔ اس کے بعد کئی حدیثیں پیش کر کے عید میلاد کو ثابت کرتے ہیں۔ مفتی احمد یار نعیمی کی عبارت واضح دلیل ہے کہ آپ محض میلاد کو تو سنت رسول قرار دیتے ہیں اور چھٹی صدی سے جس کی ایجاد کا قول کیا ہے۔ وہ اضافی چیزوں کے اعتبار سے ہے یعنی عید میلاد مروجہ جلوس کی صورت میں اور نہایت زینت و زیبائش کے ساتھ چھٹی صدی ہجری میں شروع ہوا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ جو شخص اُردو میں لکھی ہوئی جاء الحق کے

مضمون کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔ وہ بھی آج مصنف بننے کے شوق میں رسالہ لکھنے بیٹھ گیا ہے۔

قارئین کرام! جو شخص اُردو کی عبارت نہیں سمجھ سکا وہ قرآن وحدیث تفسیر وفقہ کو کیا سمجھے گا۔

سوال 2 کا جواب 1 یہ کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ابن کثیر اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کا مفہوم بھی یہی ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے بعد ہی سلطان مظفر الدین ابوسعید ابن زین الدین والی اربل نے عید میلاد کو مروجہ موجودہ اضافی چیزوں کے ساتھ شائع کیا اور جلوس کی صورت میں عید میلاد کو نہایت زیب وزینت اور سج دھج کے ساتھ منایا تھا اور اس کے بعد سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

جواب 2 کیا قرون ثلاثہ کے بعد جو چیز پیدا ہوئی ہو وہ حرام وناجائز ہے۔ اگر یہی معیار ہے حرام اور ناجائز ہونے کا۔ تو اس معیار کے ثبوت کیلئے بھی تو قول رسول کی ضرورت ہے نیز یہ بھی دریافت کریں گے کہ موجودہ زمانہ میں جو قرآن موجود ہے اور موجودہ صورت میں جو تمہارے مدرسے اور چندے کی کاپیاں اور انتظامی کمیٹیاں موجود ہیں مروجہ ختم بخاری کیلئے خاص اہتمام' مروجہ تمہارے جلسے' اسٹیج' نظم خوانی کا انتظام مساجد کی تزئین وغیرہ اشتہاروں کی طباعت' سپیکر لگا کر منادی کرنا' کرانا۔ سیرت کانفرنسیں اپنے مولویوں کی برسیاں منانا۔ یوم صحابہ اور یوم امیر معاویہ منانا کیا تمہارے مزعومہ قاعدہ کے تحت سب کچھ بدعت سیئہ حرام وناجائز نہیں ہیں۔ اگر نہیں ہیں تو کیوں' اگر ہے تو پھر اعلان کیوں نہیں کرتے حالانکہ صاف طور پر احادیث میں موجود ہے۔ ما امرت بتشييد المساجد یعنی مجھے مساجد کی تزئین کی اجازت نہیں دی گئی۔ احادیث سے اس کی ممانعت موجود ہے۔ لیکن اہلحدیث بھی مساجد کی تشید کر کے احادیث کی مخالف کر رہے ہے یہاں فتویٰ یاد نہیں آتا یہاں لاتقدموا اور لکم فی

رسول اللہ اسوۂ حسنۃ آیات کیوں یادنہیں آتی۔

قارئین کرام! احداث کی دوقسمیں ہیں۔(ا) احداث للدین اور احداث فی الدین۔ پہلے کی مثالیں دینی مدارس۔قرآن کی موجودہ طباعت قرآن کے اعراب۔ مدارس کی انتظامی کمیٹیاں تزئین مساجد اوران کے مینار' جلسے جلوس۔سیرت کانفرنسیں' اعراس مبارکہ' جمعہ کی اذان اوّل۔تراویح کی جماعت وغیرہ ہیں۔

اوردوسرے کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے سنت رسول فوت ہوجائے جس سے رفع سنت لازم آئے وہ احداث فی الدین ہوکر منع ہیں اور جس سے رفع سنت لازم نہ آئے وہ احداث للدین قرار پاکر جائز ومستحب ٹھہرے گی۔عید میلاد کی اصل تو شرع میں موجود ہے۔جس کا ذکر قبل ازیں ہوگیا ہے۔لیکن بالفرض اگر مان لیا جائے کہ اس کی اصل موجودنہیں تب بھی یہ عید میلاد اوراس کی محافل کا انعقاد اور جلوس عید میلاد النبی احداث للدین قرار پاکر بدعت مستحبہ قرار پائیں گے۔

اعتراض 3 کا جواب کیا نام کے تبدیل ہوجانے سے یا کردینے سے کسی چیز کا جواز عدم جواز حرمت وغیرہ سے تبدیل ہوجاتا ہے۔اگرنہیں تبدیل ہوتا پھر یہ لکھنے کا کیا فائدہ اوراگر ہوجاتا ہے تو پھراس کے ثبوت کیلئے بھی کوئی حدیث رسول یا آیت قرآنی پیش کرنی پڑے گی۔وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مروجہ جلوس وعید میلاد تقریباً آٹھ سوسال سے جاری ہے

قارئین کرام! مؤلف مذکور نے اپنی کتاب کے ٹائٹل پر''چھ سوسال کے بعد ایجاد کردہ مروجہ عید میلاد'' اور کتاب کے ص ۲۵ پر''تیسری عید میلاد چھ سوسال کے بعد ایجاد ہوئی'' کے الفاظ لکھ کر الحمدللہ یہ تو تسلیم کرلیا ہے کہ مروجہ عید میلاد کا جلوس اوراس کی محافل کا انعقاد کوئی چودھویں یا تیرھویں یا بارھویں صدی کی چیزنہیں اوراس کو صرف بریلی شریف سے ہی ایجادنہیں کیا گیا بلکہ یہ چیزیں قریباً آج سے آٹھ صدی قبل کی

ہیں اور آٹھ سو سال سے یہ عید میلاد النبی کے جلوس مروجہ طور پر منائے جاتے رہے ہیں۔ نیز یہ بھی تسلیم کرلیا ہے کہ اس چیز کو موجودہ ہیئت کذائیہ سے صرف بریلوی علماء کے طبقہ نے ہی ایجاد نہیں کیا بلکہ بریلوی فضلاء کرام سے آٹھ سو سال قبل کے علماء و سلاطین نے رواج دیا تھا۔

قارئین کرام! آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ عید میلاد قدیم زمانہ سے مروجہ طور پر منائی جارہی ہے، کوئی نہیں چیز نہیں ہے، جس کو اس صدی کا اختراع قرار دیا جاسکے۔

اعتراض

اس کے بعد صفحہ ۲۸ سے صفحہ ۲۹ تک جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ نعلین سمیت عرش پر جانے کا انکار کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ روایت (یعنی نعلین سمیت عرش پر جانا) محض باطل و مردود ہے اس لئے معلوم ہوا کہ وہ من گھڑت اور موضوع واقعات کے قائل نہ تھے۔

جواب الحمد اللہ تعالیٰ کہ ہمارے آقا و مولیٰ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صداقت و حقانیت اور ان کے من گھڑت اور موضوع واقعات سے مجتنب و محترز رہنے کا اقرار خود مخالف نے بھی کرلیا ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ رہا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت کو محض باطل و موضوع کہنا تو یہ ہمارا عین مسلک ہے۔ ہم بریلویوں غلامان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی ہے۔ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان اور تحقیق ہے۔ جب یہ ہمارا اپنا مذہب و مسلک ہے تو مخالف کو اس عبارت کے نقل کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔

اعتراض

اس کے بعد مؤلف مذکور نے ص ۲۹ سے ص ۳۰ تک جو لکھا ہے اس کا خلاصہ بھی صرف یہی ہے کہ علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی من گھڑت اور

موضوعات واقعات سے مجتنب ومحترز رہتے ہوئے فرمایا ہے کہ حدیث لولاک کی کوئی اصل نہیں ہے۔

جواب یہ کہ اوّلاً تو اس حدیث کا عید میلاد کے عدم جواز سے کوئی تعلق نہیں تھا صرف اپنی معلومات سے عوام کو مرعوب کرنے کو یہ بھی کتاب میں مؤلف مذکور نے درج کر دیا۔

ثانیا یہ کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔ آپ کا مقصد تو یہ تھا کہ یہ روایت بلحاظ اپنے الفاظ منقولہ کے موضوع ہے۔ کوئی اصل نہیں رکھتی۔ رہا اس کا بلحاظ معنی کے موضوع ہونا تو اس کا قول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں نہیں کہا بلکہ یہ روایت باعتبار اپنے معنی ومفہوم کے صحیح ہے اور اس کی صحت کی تصریح ملا علی رحمۃ اللہ علیہ قاری نے موضوعات کبیر میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں اور صدر دیوبند نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں کی ہے۔ حدیث کے بلحاظ الفاظ کے موضوع ہونے سے باعتبار معنی کے موضوع ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔

اعتراض

اس کے بعد ص ۳۰ پر یہ کہتا ہے کہ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی ایسے عقیدہ وعمل کی کوئی وقعت نہیں جس کا ثبوت نہ حدیث رسول سے ملتا ہو اور نہ عمل صحابہ کرام سے۔

جواب ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جس عقیدہ اور عمل کا ثبوت قرآن وحدیث اور عمل صحابہ سے نہیں ملتا وہ قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھئے اگر کسی عقیدہ یا عمل کے اثبات وجواز کیلئے قرآن وحدیث کی ضرورت ہے تو یقیناً اس کے عدم جواز اور حرمت وشرک کے اثبات کیلئے بھی قرآن وحدیث اور عمل صحابہ کی اشد ضرورت ہے۔ اثبات کیلئے اگر دلائل مذکورہ میں سے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے تو نفی کیلئے بھی دلیل کی اشد حاجت ہے۔ بلا دلیل نفی بھی قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ چونکہ عید میلاد اور محفل میلاد کی

حرمت وعدم جواز پر دلائل شرعیہ اربعہ میں سے کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی۔اس لئے بھی یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

محفل میلاد شریف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ محفل میلاد کو جائز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے اور حضور علیہ السلام کی نعت شریف اور صحابہ کرام اہلبیت عظام اور اولیاء کرام کی منقبت پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ناجائز تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے حروف میں تغیر کیا جائے۔موسیقی کے قواعد کی پابندی کی جائے تالیاں بجائی جائیں۔مکتوبات شریف ج ۳ ص ۱۱۶ مکتوب ۱۶۳

معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد کو جائز قرار دیا ہے ہاں البتہ ایسی محفل کو منع کیا ہے جس میں تالیاں بجائی جائیں۔قرآن کے حروف میں تغیر کیا جائے۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ مؤلف مذکور نے حضرت مجدد کی وہ عبارت جو ناجائز مجالس کے متعلق تھی اس کو میلاد شریف پر لگا کر اپنی بددیانتی کا کیا مظاہرہ کیا ہے۔رہا مؤلف مذکور کا حضرت مجدد کی اور صاحب مظاہر حق وغیرہ کی عبارات سے استدلال کرنا تو یہ دیوانے کی بڑھ سے کم نہیں ہے۔اولاً تو اس لئے کہ ان کی عبارت کے سمجھنے میں مؤلف مذکور نے ٹھوکر کھائی۔ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض یہ حضرات عید میلاد اور محفل میلاد کو ناجائز یا حرام بھی کہہ دیتے تو کیا ان کے قول سے کسی فعل کا ناجائز اور حرام ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔کیا ان کے اقوال ادلہ شرعیہ میں سے کوئی دلیل قرار پاتے ہیں۔ان کا قول نہ تو قرآن کی آیت' نہ رسول کی حدیث ہے نہ مجتہد وامام کا قول ہے پھر ان کے محض اقوال سے کسی فعل وعمل کا ناجائز وحرام ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ عید میلاد اور محفل میلاد قرآن کے اشارات اور حدیث کی تصریحات سے ثابت ہے جب ان کے اقوال دلیل شرعی نہیں تو ان کے کسی قول کو رد

کرنا نہ تو شریعت کو رد کرنا ہے اور نہ ہی ان کی اس میں توہین ہے مسائل کے جواز یا عدم جواز کا مدار تو دلائل شرعیہ پر ہے نہ کہ محض اقوال پر۔ نیز حضرت مجدد نے خود مکتوبات شریف ص ۱۸۶ اور ص ۳۰۹ پر تسلیم کیا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ اور مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت مجدد بدعت کو حسن نہیں مانتے تو یہ بھی کم فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ حضرت مجدد کا مطلب تو یہ تھا کہ جو حسن ہو اس کو سنت کہنا چاہیے بدعت نہ کہنا چاہیے نیز بغرض تسلیم یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ فقہاء کرام کے اقوال اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مقابلہ میں حضرت مجدد کا قول قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمام فقہاء کرام اور خلیفہ ثانی نے بدعت کو حسن قرار دیا ہے۔ جیسا کہ کتب حدیث وفقہ میں درج ہے حسن اس نیک کام کو کہتے ہیں جو آنحضرت اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو مگر وہ سنت کو رفع نہ کرے اور بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کی رافع ہو۔ حضرت مجدد کیسی تصریح فرما رہے ہیں کہ جو کام حضور علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ کسی سنت کا رافع نہ ہو یعنی اس کو ادا کرنے سے سنت رسول فوت نہ ہو تو وہ حسن ہے اس میں اچھائی پائی جاتی ہے۔ اب اس کے تحت جلوس میلاد اور محفل میلاد چونکہ کسی سنت کی رافع نہیں ہیں۔ اس لئے اس طور پر بھی حضرت مجدد کے قول کے مطابق ان کا استحسان واستحباب ثابت ہو جاتا ہے اور جو شخص اس بات کا مدعی ہے کہ عید میلاد رافع سنت ہے اور اس سے کوئی سنت رسول فوت ہوتی ہے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ اس کا ثبوت دے کہ عید میلاد و جلوس میلاد اور محفل میلاد کی وجہ سے کون سی سنت فوت ہوتی ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

صاحب مظاہر حق کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بریلویوں کے سلسلہ کے بزرگ ہیں

حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے غلط ہے. جس کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ بالفرض اگر ان کا بریلوی مسلک کا بزرگ ہونا ثابت بھی ہو جائے تو اس کی منقولہ عبارت بجائے ہمیں مضر ہونے کے ناقل کو ہی مضر ہے کیونکہ انہوں نے بدعت کی تعریف میں لکھا ہے کہ جس عقیدہ یا عمل کی اصل قرون ثلاثہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ عید میلاد' جلوس میلاد اور محفل میلاد کی اصل شرع میں قرون ثلاثہ میں موجود ہے. جس کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا عبارت منقولہ ناقل کے حق میں مضر ہے ہمیں مضر نہیں۔

اعتراض

اس کے بعد مؤلف ص ۳۴ سے ص ۳۵ تک جو کچھ لکھتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیرو مرشد خواجۂ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کسی نبی کی ولادت کے دن کو عید کہنے کے مخالف ہیں۔ ایسے دنوں کو ہرگز عید کہنے کو تیار نہیں ہیں۔ کیا ان بزرگوں پر بھی وہی فتویٰ لگایا جائے گا جو ہم پر لگایا جاتا ہے۔

جواب یہ کہ اوّلاً تو مؤلف مذکور ان بزرگوں کی عبارت سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔ کیونکہ انکا مقصد تو یہ تھا کہ جس طرح شریعت مقدسہ نے' خدا اور رسول نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو عیدین وجوباً قرار دیا ہے اور ان کو منانا ضروری اور لازمی گردانا ہے اسی طرح کسی نبی کے تولد یا وفات کے دن کو عید نہیں بنایا اور ان کو منانا اور عید جاننا مسلمانوں پر واجب اور لازم قرار نہیں دیا۔ ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کسی نبی کے ولادت کے دن کو عید کا دن کہنا جائز نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے اس کو عید کہنا ناجائز ہی قرار دیا ہے تو گذارش یہ ہے کہ ادلۂ اربعہ شرعیہ میں سے عدم جواز پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اس لئے ان کا قول قابل قبول کیونکر ہو سکتا ہے۔ ان کے اپنے محض اقوال تو کسی عمل کے عدم

جواز یا حرمت کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ جب تک شرعی سند موجود نہ ہو۔

مؤلف مذکور کی کم فہمی کا نتیجہ

مؤلف مذکور صفحہ ۳۵ سے صفحہ ۳۷ تک جو کچھ لکھتا ہے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے۔

۱) یہ کہ علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا دلیل شب ولادت کو شب قدر سے افضل قرار دیا ہے اور اپنے مدعا کے ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

۲) یہ کہ علامہ سیّد ابوالبرکات احمد شاہ لاہوری کے رسالہ ''رضوان'' کی تصریح کے بھی ولادت کا شب میں ہونا خلاف ہے۔ بہر حال احادیث اور مورخین کی شہادتوں کے مطابق سرکار کی ولادت صبح سویرے ہوئی ہے۔

جواب 1 قارئین کرام! سیّدی وسندی مولائی ومرشدی حضرت قبلہ احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے شب ولادت کو شب قدر سے افضل قرار دیتے ہوئے محض اپنی طرف سے کوئی دلیل نہیں لکھی۔ بلکہ آپ نے وہ دلائل نقل فرمائے ہیں۔ جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ماثبت با السنۃ کے ص ۲۳۹ پر لکھتے ہیں۔

پھر جب ہم یہ کہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت رات کے وقت ہوئی ہے تو پھر آپ کی ولادت کی رات شب قدر سے افضل ہوگی۔ بلاشبہ ایک دلیل یہ ہے کہ سرکار کی ولادت کی رات سرکار کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر آپ کو عطا کی گئی ہے اور جو چیز سرکار کی ذات مقدسہ مشرفہ کے ظہور کی وجہ سے مشرف ہوئی ہے۔ وہ اشرف و اعلیٰ اور افضل ہے اس سے جو نزول ملائکہ سے مشرف ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ شب ولادت تو آپ کی ذات مقدسہ کے ظہور سے مشرف ہوئی ہے لیکن یہ شرف شب قدر کو نصیب نہیں ہوا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر میں صرف امت محمد یہ پر فضل و کرم ہوا ہے اور شب ولادت میں ساری کائنات پر خدا کا فضل ہوا۔ پس سرکار کی ذات مقدسہ وہ ہے جس کو خدا نے سب جہانوں کیلئے رحمت بنایا اور آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ

ساری مخلوق پر چاہے آسمانوں پر رہنے والے ہوں یا زمینوں پر فضل فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شیخ نے اس عبارت میں خود ہی شب ولادت کے شب قدر سے افضل ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے اور خود ہی دو دلیلیں اس دعویٰ پر پیش فرمائی ہیں۔

بالکل بعینہٖ یہی دعویٰ امام قسطلانی شارح بخاری نے بھی مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶، ۲۷ پر فرما کر بعینہٖ وہ دلائل قائم فرمائے ہیں۔ شب ولادت کی افضیلت پر جو حضرت شیخ عبدالحق نے پیش فرمائے تھے۔ قبلہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ان بزرگوں کے دعویٰ اور دلائل کو نقل فرما کر برقرار رکھا ہے نہ تو آپ نے از خود کوئی دعویٰ فرمایا ہے اور نہ ہی بلا دلیل چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ کے ناکام ہونے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔ اگر بقول مؤلف مذکور یہ عقیدہ یا نظریہ غلط و باطل ہے۔ اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو شیخ عبدالحق اور امام قسطلانی پر مخالف کو برسنا چاہیے تھا نہ کہ کاظمی شاہ صاحب پر۔

قارئین کرام! غور فرمایئے مؤلف مذکور شب ولادت کے شب قدر سے افضل ہونے کے دعویٰ کو غلط اور باطل تو کہہ گیا لیکن ماثبتہ بالسنۃ اور مواہب اللدنیہ سے شاہ عبدالحق کے نقل کردہ دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ جناب رد کرنا تھا تو دلائل کو غلط ثابت کرتے۔ ان کو توڑتے لیکن اتنا علم کہاں سے لائیں کہ کسی کے دلائل کا جواب دے سکیں۔ جو علم سے کورے ہیں وہ علمی ابحاث میں پڑ کر یونہی منہ کی کھایا کرتے ہیں۔ آفتاب پر اگر کوئی بے وقوف تھوکنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ تھوک واپس اس کے منہ پر آتا ہے۔ قبلہ کاظمی صاحب کے متعلق ایسی خرافات بکنے سے ان کے تبحر علمی میں کیونکر کمی آسکتی ہے۔ اگر قبلہ کاظمی شاہ صاحب کی شان میں مؤلف مذکور نے توہین آمیز طریقہ اختیار کیا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حضور علیہ السلام کی روحانی اور معنوی اولاد کو اور آپ کے غلاموں کو ہمیشہ سے ہدف بنایا جاتا رہا ہے۔ جو لوگ خدا اور رسول کی شان میں توہین کرنے سے باز نہیں آتے وہ قبلہ کاظمی صاحب کو کیونکہ معاف کر سکتے

ہیں جو لوگ آئے دن سرکار دو جہاں ﷺ کے علمی کمال پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ تو وہ قبلہ کاظمی صاحب کے تبحر علمی کے کیونکر قائل ہو سکتے ہیں۔ قبلہ شاہ صاحب نے اپنے رسالہ "میلاد النبی" میں عید میلاد منانے کے جواز و استحباب کو ثابت کرنے کیلئے قرآن پاک کی دو آیتیں پیش فرمائی تھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہابیت کا بھوت حق کو دیکھ کر خیانت اور بددیانتی پر آمادہ کر دیتا ہے۔

2 کا جواب شیخ عبدالحق اور امام قسطلانی کی عبارات کی بنیاد تو اس بات پر تھی کہ اگر سرکار کی ولادت کو رات میں ہی قرار دیا جائے تو پھر شب ولادت شب قدر سے افضل قرار پاتی ہے اور اگر دن کو ولادت قرار دیا جائے تو وہ دن دیگر ایام سے انہیں دلائل کے پیش نظر افضل قرار پائے گا۔ مشہور یہی ہے کہ آپ کی ولادت صبح صادق کے وقت ہوئی۔ اس کو بھی عرف میں صبح سویرے کہا جاتا ہے اور چونکہ من وجہ وہ رات کا حصہ ہے اور من وجہ صبح سویرے کا اس لئے کسی نے رات کہہ دیا اور کسی نے دن اور صبح کہہ دیا۔ لہٰذا اس میں کوئی منافات و تضاد نہیں ہے۔

اعتراض

اس کے بعد مؤلف مذکور ص ۳۸ سے ص ۳۹ تک جو کچھ لکھتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) یہ کہ سیّد الشہور ماہ رمضان ہے اور سیّد الایام یوم جمعہ سے جیسا کہ احادیث میں بھی موجود ہے۔ اور اسی کی تصریح غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں اور مفتی احمد یار خاں نعیمی نے جاء الحق میں فرمائی ہے۔

۲) اسی طرح ص ۳۸ پر لکھتا ہے کہ مگر انہوں (یعنی حضور علیہ السلام) نے ماہ ربیع الاوّل یا ۱۲ تاریخ کی فضیلت کا کہیں خفیف سا اشارہ تک نہیں کیا۔

سوال نمبر ۱ کا پہلا جواب یہ کہ ماہ رمضان کا مسئلہ تو ابھی زیر بحث نہیں اس لئے

اس وقت ہم صرف یوم جمعہ کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں اور وہ یہ کہ یوم جمعہ کو جو سیّد الایام کہا گیا ہے، یہ حقیقی طور پر نہیں بلکہ اضافی طور پر کہا گیا ہے، اگر حقیقی طور پر مانا جائے تو پھر جمعہ کی فضیلت عیدین اور یوم حج پر بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ نیز اس کی فضیلت لیلۃ القدر پر بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ یہ تو مؤلف کو بھی منظور نہ ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ جمعہ سیّد الایام ہے سیّد اللیالی تو نہیں تاکہ شب قدر سے اس کی فضیلت لازم آئے تو جواباً گذارش ہے کہ جہاں احادیث میں جمعہ کی فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ وہاں یوم جمعہ سے صرف دن ہی مراد نہیں بلکہ وہاں یوم سے مراد رات اور دن ملا کر ہے۔ کیونکہ **المطلق اذا اطلق مراد بہ الفرد الکامل** کہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے اور یوم کا فرد کامل پورا دن ورات مل کر بنتے ہیں۔ نیز عربی میں لفظ یوم سے متبادر یوم کامل ہے جو رات دن کے ملنے سے بنتا ہے۔

دوسرا جواب ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کلی فضیلت کے اعتبار سے تو یوم میلاد یا شب میلاد ہی افضل ہے۔ لیکن چونکہ جزوی فضیلت کے لحاظ سے جمعہ بھی افضل ہے۔ اسی کو بیان کرتے ہوئے سرکار ﷺ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی احمد یار خان نعیمی نے جمعہ کو سیّد الایام فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یوم جمعہ یوم میلاد سے اور شب قدر شب میلاد سے مطلقاً افضل نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۲ کا جواب قارئین کرام مثل مشہور ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد خود ہی تو ص ۱۸ پر مظاہر حق سے حدیث نقل کر کے یوم ولادت کی فضیلت بیان کی ہے اور یہاں آکر یوم ولادت کی فضیلت کا انکار کر دیا ہے۔ کیوں جناب جب مشہور اقوال کے مطابق سرکار ﷺ کی ولادت بارہ تاریخ کو ہوئی ہے اور پیر کے دن صبح صادق طلوع کے وقت ہوئی ہے اور خود سرکار نے اپنے یوم ولادت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ **فیہ ولدت وفیہ انزل علی** اور ایک روایت میں ہے **فیہ ولدت**

وفیہ انزلت علی النبوۃ کہ اسی دن میں پیدا ہوا ہوں اور اسی دن مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا ہے۔ اور اس دن سرکار نے روزہ رکھ کر اس کی فضیلت کو عملی طور پر بھی اجاگر فرمایا ہے۔ تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ بارہ تاریخ کی فضیلت میں خفیف سا اشارہ بھی نہیں کیا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اعتراض

اس کے بعد صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۴۳ تک جو کچھ لکھتا ہے اس کا نمبروار خلاصہ یہ ہے۔

۱) کہ کاظمی صاحب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت و لازال اھل الاسلام یحتلفون بشھر مولدہٖ سے میلاد شریف کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس عبارت میں عید میلاد کی خبر نہیں دی بلکہ حضور علیہ السلام کی ولادت کے مقاصد نبوت اور رسالت کے مناقب بیان کرنے والی محفلوں کا ذکر فرمایا ہے۔

جواب یہ فیصلہ تو قارئین کرام خود فرما سکتے ہیں آیا منقولہ عبارت جملہ خبریہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر وجہ بتانی ہوگی کہ یہ جملہ خبریہ کیوں نہیں بنتا۔ نیز اگر جملہ خبریہ نہیں تو لازماً جملہ انشائیہ ہوگا۔ جس کے انشائیہ ہونے کی وجہ بھی بتانی پڑے گی۔ ایسے جاہل بھی تالیف وتصنیف کا شوق رکھتے ہیں۔

جن کو جملہ خبریہ کا بھی پتہ نہیں۔ جو جملہ خبریہ اور انشائیہ میں فرق تک نہیں کر سکتے۔ جملہ انشائیہ کی جو دس اقسام نحو میر میں بیان کی گئیں ہیں۔ بتایئے ان میں سے یہ کون سی قسم ہے افسوس جس کو نحو میر تک جو نحو کی ابتدائی کتاب ہے۔ نہیں آتی وہ علامہ کاظمی کے منہ لگتا ہے اور اہلسنّت کے خلاف رسائل لکھتا ہے۔

قارئین کرام! مؤلف مذکور کچھ ایسا مخبوط الحواس ہوا ہے۔ جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے صفحہ ۴۰ کی ابتدائی سطر میں تو یہ لکھا ہے کہ اس عبارت منقولہ میں خبر نہیں

دی گئی اور اسی صفحہ کی آخری سطر سے ایک سطر قبل لکھ رہا ہے کہ اس عبارت میں دینی محفلیں منعقد ہونے کی خبر دی ہے اس تضاد بیانی کی وجہ صرف مؤلف مذکور کا مخبوط الحواس ہونا نہیں تو اور کیا ہے۔

نیز کیا مؤلف مذکور کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہر محفل میلاد دینی محفل ہے۔ لیکن ہر دینی محفل میلاد میلاد نہیں۔ گویا ان دونوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ کیا محفل میلاد میں دینی مسائل بیان نہیں کئے جاتے اور کسی محفل میلاد میں مقاصد نبوت اور رسالت کے مناقب بیان نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں اور یقیناً ہوتے ہیں تو پھر تمہاری پیش کردہ توجیہہ ہمارے کب خلاف ہے اور پھر منقولہ عبارت میں بشہر مولدہٖ ﷺ کے الفاظ تو واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ اس عبارت میں شیخ کا یہی مقصد ہے کہ ہمیشہ سے اہل اسلام محافل میلاد پاک کا انعقاد کرتے آئے ہیں۔ نیز مقاصد نبوت و رسالت کے فضائل کا بیان اہل اسلام ہر ماہ میں کرتے رہتے تھے۔ ان مجالس کے انعقاد کی ماہ ربیع الاوّل سے کیا تخصیص ہے معلوم ہوا کہ اس عبارت میں واقعی محافل عید میلاد کا ہی ذکر ہے اور مؤلف مذکور نے خواہ مخواہ شیخ کی عبارت میں ہیر پھیر کی کوشش کی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ساحل مراد کو نہ پا سکا۔

اعتراض ۲

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ شیخ صاحب کی عبارت کا وہی مفہوم ہے۔ جو کاظمی شاہ صاحب نے لیا ہے تو شیخ صاحب کے مذکورہ قول کی صداقت کیلئے کوئی حدیث یا صحابہ و تابعین کا عمل پیش کریں۔

جواب یہ کہ شیخ کے قول کی تائید میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی موجود ہیں اور خود سرکار کا عمل موجود ہے جس کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے۔

۲) شیخ نے تو اہل اسلام کا تعامل نقل فرمایا ہے اور اہل اسلام کا تعامل دلیل شرعی

ہے کیونکہ یہ ملحق بالاجماع ہے اوراجماع دلیل شرعی ہے۔ ملاحظہ ہو نورالانوار ص ۹

نیز تعامل کے حجت ہونے کی دلیل وہ فرمان رسول ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ ما راہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسن وما رأۃ المومنون قبیحا فھو عنداللہ قبیح یعنی جس کو مومنین کاملین اچھا قرار دیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہے۔ اور جس کو مومنین کاملین برا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی بری ہے۔

نیز مسلم شریف میں ہے۔ لن یجتمع امتی علی الضلالۃ اور یہ اہل اسلام کے تعامل کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ بحوالہ کتب احادیث۔ نیز یہ کہنا کہ شیخ تاریخ ولادت سے ہی اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ بھی غلط بیانی ہے۔ اقوال کو نقل کرنا اپنے اختلاف کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ ایسا قول شیخ کا پیش کرو جس میں آپ نے تصریح فرمائی ہو کہ میری تحقیق میں سرکار کی ولادت کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل نہیں ہے۔

اعتراض ۳

اگر محفل میلاد کا مفہوم بریلوی حضرات کے نزدیک بھی یہی ہے جو ہم نے کہا ہے۔ پھر ہمارا بریلویوں سے کوئی اختلاف نہیں۔

جواب یہ کہ یہاں تو دبی زبان سے مؤلف اپنے آپ کو بریلویوں سے متفق بتا رہے ہیں۔ لیکن ایک شرط سے مشروط کرتے ہوئے یعنی اگر محفل میلاد میں نبوت ورسالت کی شان بیان ہو مقاصد نبوت بیان کئے جائیں تو پھر محفل میلاد سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ باطل کو حق کے سامنے جھکنا ہی پڑتا ہے۔ یہ تو قارئین کرام خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ محفل میلاد میں شان نبوت ورسالت کو بیان کیا جاتا ہے یا نہیں۔ چونکہ محفل میلاد میں شان نبوت وشان رسالت کو ہی بیان کیا جاتا ہے اس لئے مؤلف کی جماعت کو محفل میلاد سے عداوت ہے۔ وجہ اس کی صرف ذکر ولادت تو نہیں ہوسکتا شان نبوت ہی سے تو یہ جلتے ہیں جس کی وجہ سے ان محافل کو حرام کہتے ہیں۔ جن میں مناقب نبوت

و رسالت بیان ہوں۔ مؤلف کے اس مغالطہ میں کوئی بیوقوف ہی آئے گا۔ معمولی عقل رکھنے والا ان کے اس دام تزویر سے اپنے آپ کو ضرور بچائے گا۔

اعتراض

اگر کاظمی شاہ صاحب کے نزدیک شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ہر حکم حجت ہے تو پھر کاظمی شاہ صاحب کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ غائبانہ جنازہ بھی جائز ہے اور زبان سے نماز کی نیت بھی غلط ہے کیونکہ شیخ اسے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات ج ا ص ۲۲۷ پر جائز قرار دیتے ہیں۔

جواب جھوٹ اور سراسر جھوٹ ہے شیخ صاحب نے غائبانہ جنازہ کو ہرگز جائز نہیں فرمایا اور نہ ہی زبان سے نیت کو غلط کہا ہے البتہ تردید کیلئے بعض دوسرے علماء کے اقوال نقل فرمائے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ کسی کے اقوال کو نقل کرنے سے منقولہ قول کا ناقل کے مذہب و مسلک کا ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ اگر قول کے نقل سے قول کا مذہب ہونا لازم آتا ہے تو پھر مؤلف پر اس کی دلیل پیش کرنی لازمی ہوگی۔

نیز ایسے تو پھر عید میلاد، جلوس میلاد اور محفل میلاد کے جواز و استحباب کا مؤلف مذکور کا مذہب ہونا بھی لازم آئے گا۔ کیونکہ وہ خود کاظمی شاہ صاحب اور دیگر فضلاء اہلسنت کے اقوال اپنی کتاب میں نقل کر رہا ہے۔ طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل لکھتا لیکن مجبور ہوں وقت اور حالات اجازت نہیں دیتے۔

اعتراض ۵

یہ کہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ بھی میلاد شریف کیا کرتے تھے۔ اس کی صداقت پر شرعی دلیل پیش کرنا تو کاظمی صاحب کا فرض ہے۔

جواب یقیناً شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالرحیم، شاہ عبدالعزیز، امام سبکی، حاجی امداد اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی کتابوں میں محفل میلاد کو جائز قرار دیتے ہیں اور ان میں سے بعض خود محفل میلاد کا انعقاد کرتے رہے ہیں اور لطف اندوز ہوتے رہے ہیں۔ ثبوت کیلئے درالثمین، شمائم امدادیہ، فیصلہ ہفت مسئلہ، فیوض الحرمین، فتاویٰ عزیزی، تفسیر روح البیان، سیرت حلبیہ ج ۱ص ۸۰ اور مکتوبات شریف ج ۳ ص ۱۱۶، مکتوب ۱۶۳ ملاحظہ فرمائیے۔ رہا یہ کہنا کہ کاظمی صاحب پر دلیل شرعی پیش کرنا ضروری ہے تو یہ بجا ہے۔ لیکن قبلہ کاظمی صاحب نے اپنے رسالہ ''میلاد النبی'' کے ص ۲۷ اور ص ۲۸ پر قرآن عزیز سے دو آیتیں ''قل بفضل اللہ برحمۃ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون اور واما بنعمۃ ربک فحدث'' عید میلاد کے جواز و استحباب پر پیش فرمائی ہیں۔ کیا مؤلف کے نزدیک یہ آیات دلیل شرعی نہیں ہیں۔ یا ان صفحات پر یہ آیات آپ کو نظر نہیں آئیں۔

اعتراض ۶

یہ کہ انفاس العارفین سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد فروعی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کرتے تھے اور حدیث ملنے پر رجوع کر لیتے تھے۔ اسی لئے سورۃ فاتحہ بھی آپ امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حجۃ اللہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا کاظمی صاحب کو چاہیے کہ ان مسائل میں بھی شاہ ولی اللہ وغیرہ کی پیروی کریں۔

جواب قراۃ فاتحہ خلف الامام کا مقتدی کیلئے قرآن کی نص سے حرام ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ اذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا میں استماع اور انصات یعنی سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ استماع اور انصات الگ الگ دو چیزیں ہیں جس پر واؤ عطف تغائیر کی دلالت کر رہی ہے۔ انصات کو استماع اور استماع کو انصات قرار

نہیں دیا جا سکتا۔ دونوں الگ الگ مامور بہ ہیں۔

امام کے پیچھے اگر قرأت کی جائے تو استماع کامل کے فقدان کے ساتھ ساتھ انصات بالکل ہی مفقود رہے گا۔ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کیلئے قرأت کرنا حرام ہے۔ قرأت خلف الامام کی حرمت تو قرآن کی نص سے ثابت ہے لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو قرأت فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے قائل تو ہیں لیکن آج تک اس کی فرضیت کو قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں کر سکے۔ لے دے کے چند احادیث پیش کرتے ہیں۔ جو منفرد کے حق میں ہیں اور جو اخبار آحاد ہونے کی وجہ سے فرضیت کے ثبوت کیلئے کافی نہیں ہیں۔ رہا بعض بزرگوں کا اپنی تحقیق کے پیش نظر اسے محبوب سمجھنا تو ہم ان کی رائے کو قرآن کے مقابلہ میں ترجیح نہیں دے سکتے۔

اعتراض

اس کے بعد ص ۴۳ سے ص ۴۵ تک جو کچھ لکھتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی اپنی کتاب ''جاء الحق'' میں علامہ سخاوی کے حوالہ سے خود نقل کرتے ہیں کہ عید میلاد قرون ثلاثہ کے بعد ایجاد کی گئی ہے اور پھر اسی کتاب میں علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالہ سے اسے مستحب گردانتے ہیں۔ مفتی صاحب کی یہ عجیب متضاد کیفیت ہے۔

جواب مفتی احمد یار نعیمی کی کتاب کی اُردو عبارت کو سمجھنے میں جو شخص قاصر رہا ہے۔ اسے رسائل لکھنے کا کیا حق ہے۔ مفتی صاحب کا قصور نہیں مؤلف مذکور کی عقل کا قصور ہے۔ اس لئے کہ جہاں مفتی صاحب نے اس کے قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہونے کا قول نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ مروجہ طریقوں پر عید میلاد کے جلسے جلوس قرون ثلاثہ کے بعد کی ایجاد ہیں نہ کہ اصل مجلس میلاد۔ کیونکہ اصل مجلس میلاد کو تو مفتی صاحب سنت رسول قرار دے چکے ہیں اور مروجہ طریقوں پر عید میلاد کا آٹھ سو سال قبل اور چھٹی صدی

ہجری کے بعد پیدا کیا جانا خود مؤلف مذکور کو بھی مسلم ہے اور جہاں مفتی صاحب نے محفل میلاد کو مستحب و سنت قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اصل مجلس میلاد جو موجودہ اضافی اشیاء سے خالی ہو۔ وہ مستحب اور سنت ہے۔ لیکن یاد رکھئے موجودہ اضافی اشیاء جو منکرات میں سے نہ ہوں ان کے مل جانے سے اصل کے استحباب و سنیت میں کوئی فرق نہیں آتا' بلکہ منکرات کے ملنے سے بھی اصل مجلس کو منع کرنا درست نہیں۔ منکرات کو منع کرنا چاہیے۔

اعتراض ۷

اگر مفتی احمد یار نعیمی کے نزدیک امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر قول قابل قبول ہے تو پھر انہی کا قول تقبیل ابہامیں کی روایات کے موضوع ہونے پر بھی قبول کرنا ہوگا۔

جواب قارئین کرام! مخالف نے غیر متعلقہ باتیں درج کر کے خواہ مخواہ کتاب کو ضخیم بنا دیا ہے۔ غائبانہ جنازہ' قرأت خلف الامام' نیت نماز بزبان وغیرہ کئی مسائل چھیڑ دیئے۔ لیکن ان کے اثبات پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکا۔

انگوٹھے چومنا بیشمار محدثین و مفسرین کرام نے جائز لکھا ہے۔ امام سیوطی کا ہر قول کسی کے نزدیک بھی حجت نہیں ہے۔ اور چونکہ ہر قول حجت نہیں اسی لئے تقبیل ابہامین کی روایات کی موضوعیت کا قول بھی قابل قبول نہیں ہے۔ نیز یہ اس لئے بھی مقبول نہیں کہ یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم قابل قبول نہیں جیسا کہ کتب اصول میں مفرح ہے۔ (ملاحظہ ہو نور الانوار اور توضیح تلویح حسامی وغیرہ)

اس مقام پر بعض نادانوں کا یہ کہنا کہ اس کے بارے میں کوئی حدیث صحیح مرفوع ثابت نہیں۔ اوّلاً تو یہ خود باطل و مردود ہے۔ اس کے علاوہ حدیث کی مرفوعیت کی نفی سے صحت کی نفی نہیں ہوتی۔ نیز بالفرض صحت کی نفی ہو بھی جائے تو یہ بھی موضوعیت کو مستلزم نہیں آتی کیونکہ حدیث صحیح اور موضوع کے مابین اور درجات موجود ہیں۔ جیسا کہ

حسن ہونا' غریب ہونا۔ ضعیف ہونا۔

غایت یہ کہ روایات ضعیف ہوں تو ضعیف روایات کا باب فضائل اعمال میں مقبول ہونا اجماعی مسئلہ ہے جیسا کہ اربعین میں امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **قد اتفق العلماء علی جواز العمل باالحدیث الغیف فی فضائل الاعمال** یعنی علماء محدثین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف مقبول ہے' بلکہ خود رشید احمد گنگوہی براہین قاطعہ طبع دوم صفحہ ۹۶ پر لکھتا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے۔ اور اسی کتاب کے ص ۲۸ پر لکھتا ہے کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو وہ سنت ہے یعنی چونکہ انگوٹھے چومنے کی دلیل قرون ثلاثہ میں موجود ہے اس لئے یہ سنت ہے۔ افسوس ہے کہ دیوبندیوں کا امام تو اس کو درست بلکہ سنت قرار دیتا ہے اور یہ مقتدی بدعت قرار دیتے ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔

نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''موضات کبیر'' میں فرماتے ہیں۔ **قلت و اذا ثبت رفعة الی الصدیق فیکفی للعمل به لقوله علیه السلام علیکم بسنتی** یعنی میں کہتا ہوں کہ جب اس کا رفع حضرت صدیق تک ثابت ہے تو پھر یہ عمل کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازمی ہے۔

اگر کہا جائے کہ ملا علی قاری کی عبارت منقولہ اذا ثبت میں اذا کے بعد ثبت ماضی مستقبل کے معنی میں ہے کیونکہ نحو کا قانون ہے کہ جب اذا کے بعد ماضی واقع ہو تو مستقبل کے معنی میں ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں کئی ایک مقامات میں اذا کے بعد ماضی آئی ہے۔ لیکن وہ مستقبل کے معنی میں نہیں ہے۔ جیسا کہ **اذا جاء کم فاسق** اور **اذا نودی للصلوٰة** اور **اذا قیل لهم** میں ماضی اذا کے بعد ہونے کے باوجود مستقبل کے معنی میں

نہیں بلکہ استمرار زمانی کیلئے ہے اور اس کا استمرار زمانی کیلئے ہونا کتب نحو میں حتیٰ کہ ابتدائی رسالہ ''کتاب النحو'' میں بھی مصرح ہے لہٰذا جو شخص عبارت منقولہ میں ماضی کے بمعنی مستقبل ہونے کا مدعی ہے اس پر لازم ہے کہ اس پر دلیل وقرینہ قائم کرے کیونکہ ہماری پیش کردہ امثلہ سے قاعدہ مذکورہ کی کلیت تو ٹوٹ چکی ہے اور اکثریت قاعدہ کی ہر ہر فرد پر صادق آنے کو مستلزم نہیں ہے۔

اعتراض

اس کے بعد مؤلف مذکور ص ۴۵ سے ص ۵۰ تک جو کچھ لکھتا ہے اس کا نمبر دار خلاصہ یہ ہے۔

خلاصہ نمبر ا

یہ ہے کہ کاظمی صاحب نے نص قرآن کے خلاف ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا قول کیا ہے۔ حالانکہ ابولہب کی مذمت میں قرآن کی پوری ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔

جواب یہ کہ اوّل تو ابولہب کی تخفیف کا قول قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ خاص ہے یا پھر اس کے ساتھ جس کے حق میں کوئی نص وارد ہوئی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی کافر کو اس کے عمل پر محض بطور تفضّل فائدہ پہنچانا عقلاً محال نہیں ہے۔ ابولہب کے عذاب میں تخفیف بھی اس قبیل سے ہے اور یہ تخفیف عذاب درحقیقت سرکار ﷺ کے اکرام کیلئے تھی۔ بالکل یہی بات امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج ۹ ص ۱۱۹ پر فرماتے ہیں۔

وقال القرطبی هذا التخفیف خاص بهذا وبمن ورد النص فیه

یعنی امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ اور اس کے جس کے حق میں نص وارد ہوئی ہے خاص ہے۔ پھر فرماتے ہیں **الثانیه اثابة الکافر علی بعض**

الاعمال تفضلا من الله تعالیٰ وهذا لایحیله العقل یعنی کافر کو اس کے کسی نیک عمل کا ثواب اللہ کی طرف سے بطور تفضّل ملنا محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ابن منیر کی تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ کسی کافر پر یہ مہربانی اس کی عزت اور اکرام کیلئے ہے جس کیلئے کافر نے یہ کام کیا ہے یعنی ابولہب کے عذاب کی تخفیف حضور علیہ السلام کی تعظیم واکرام کیلئے ہے نہ کہ ابولہب کے اکرام کیلئے۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی روایت بخاری ج ۲ ص ۷۶۴ پر امام بخاری نے نقل فرمائی ہے اور اس کی شرح اوپر منقول ہو چکی ہے۔

اسی طرح امام قسطلانی نے امام جزری کا قول مواہب الدنیہ شریف ج ۱ ص ۲۷ پر نقل فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابولہب جیسے کافر کو حضور کی ولادت پر خوشی منانے کے صلہ میں عذاب کی تخفیف کا بدلہ ملتا ہے تو مومن موحد جو سرکار کا امتی ہے وہ اگر ولادت کی خوشی میں حسب توفیق مال خرچ کر کے مسرت وشادمانی کا اظہار کرتا ہے سرکار کی محبت کی وجہ سے تو ضرور خدا تعالیٰ اس کو اس خوشی کا یہ صلہ دے گا کہ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ یہ جملہ خاص طور پر قابل غور ایمان افروز اور باطل سوز ہے کہ **بعمری انما یکون جزاء من الله الکریم ان یدخله بفضله العمیم جنات النعیم۔**

قارئین کرام! یہ قرآن کی مخالفت نہیں بلکہ قرآن کی صحیح تفسیر ہے۔ اور اگر یہ مخالفت ہے تو صرف کاظمی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) پر کیوں برستے ہو امام ابن حجر، امام قسطلانی، امام ابن جزری، امام ابن جوزی، امام قرطبی اور امام منیر رحمۃ اللہ علیہم پر بھی قرآنی مخالفت کا فتویٰ لگاؤ۔ کیونکہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب نے تو انہی کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اگر کاظمی صاحب قرآن کی مخالفت کے فتویٰ کے مستحق ہیں تو پھر اس کی رو سے مذکورہ بالا محدثین کیونکر محفوظ رہ سکتے ہیں۔

خلاصہ ۲ اس کے بعد یہ کہتا ہے کہ اس حدیث پر تمام محدثین نے جرح کی ہے خصوصاً

ابن حجر نے تو اس کو مرسل قرار دیا ہے۔

جواب یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے مقدمہ مشکوٰۃ ص ۴ نیز ملاحظہ ہو توضیح تلویح، حسامی مقدمہ نووی ص ۷ اشرح سفر السعادت ص ۷ وغیرہ

جب اس روایت کا حدیث ہونا اور پھر مرسل ہونا مسلم ہے اور یہ آپ کو مضر نہیں تو پھر اس کا ارسال ہمیں کیونکر مضر ہوگا۔ نیز ہمارے نزدیک روایت کا ارسال اسباب جرح سے نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو نورالانوار ص ۱۹۲) قارئین کرام! یادرکھئے ہم اس روایت کو باوجود اس کے مرسل ہونے کے حجت شرعی قرار نہیں دیتے کیونکہ یہ روایت خواب پر مشتمل ہے اور کفار کی خوابیں ہمارے نزدیک حجت شرعیہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ قبلہ کاظمی صاحب نے بھی اپنے رسالہ میلاد النبی کے ص ۲۷ پر یہی فرمایا ہے۔ البتہ ان سے کسی حقیقت واقعہ پر بطور استنباط روشنی تو پڑسکتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں اسکا ذکر موجود ہے کہ فی الجملہ کفار کی خواب کا سچا ہونا ایک حقیقت ہے۔ جس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام نے جب دو کافر ساتھیوں کو خواب کی تعبیر فرمائی تو ان کی خوابیں سچی نکلیں۔ نیز اس حدیث کی صحت اس سے بھی واضح ہے کہ یہ روایت بخاری کی ہے اور امام بخاری کا اپنا قول ہے کہ میری بخاری میں تمام احادیث صحیح ہیں۔ ملاحظہ ہو مقدمہ مشکوٰۃ و مقدمہ مسلم وغیرہ۔

رہا یہ کہنا کہ کاظمی صاحب نے بخاری کی شرح قسطلانی سے امام ابن جزری کا قول تو نقل کردیا ہے اور امام قسطلانی کا اپنا قول و فیصلہ نقل نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ابولہب کی تخفیف عذاب کا قول مردود ہے۔

تو یہ نری خوش فہمی ہے یا پھر جہالت و حماقت ہے۔ اس لئے کہ مولف امام قسطلانی کے فیصلہ کی جو عبارت ص ۴۹ پر نقل کرتا ہے۔ اس میں صاف طور پر یہ لفظ ہیں کہ **واستدل لهذا على ان الكافر قد ينفعه العمل الصالح فى الآخرة وهو مردود** یعنی بعض کا اس روایت سے استدلال کرنا کہ کافر کو اس کے اچھے اعمال

آخرت میں نفع دیں گے تو یہ مردود و باطل ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں اس عبارت کا اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے۔ یہاں در حقیقت دو مسئلے تھے۔ ایک یہ کہ ابولہب کو ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے پر کوئی صلہ قبر میں عالم برزخ میں مل سکتا ہے یا نہیں۔ تو بہت سے محدثین کرام نے اس کے جواز کی تصریح فرمادی اور اس کو حضور علیہ السلام کا اکرام واجلال قرار دیا ہے اور دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ کیا کسی کافر کو یا اسی ابولہب کو آخرت میں بھی اس کے نیک عمل کا ثواب مل سکتا ہے یا نہیں۔ تو امام قسطلانی نے فرمایا کہ چونکہ اس کے خلاف آیت قرآنی موجود ہے (اس لئے یہ مردود ہے) یہ دوسرے مسئلہ کے متعلق فرمایا تھا۔ لیکن یار لوگوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کو اور اپنی مطلب برآری کو اس پہلے مسئلہ پر چسپاں کر دیا کیوں جناب آپ کو اسی منقولہ عبارت میں لفظ فی الآخرۃ نظر نہیں آیا۔ یا آپ کے خیال میں عالم برزخ اور عالم آخرت میں فرق ہی نہیں۔

اعتراض

ص ۷۴ کے آخر میں کہتا ہے کہ پھر یہ بات کیسے مان لی جائے کہ ابولہب کو عذاب میں اس لئے تخفیف ہوئی کہ اس نے خدا کے رسول کی ولادت پر دلی خوشی منائی تھی۔

جواب یہ کہ آپکے طرز استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حدیث رسول کو حدیث بخاری اور حدیث مرسل ماننے کے باوجود اپنی عقل سے ٹھکرا رہے ہیں۔ آپ اس کو اس لئے نہیں مانتے کہ آپ کی مرضی ومنشاء کے خلاف ہے کہیں یہ طرز عمل آپ کو یہودی علماء کی وراثت میں تو نہیں ملا وہ بھی تو اپنی مرضی کے موافق احکام مانتے تھے اور جو ان کی منشاء کے خلاف ہوتے ان کو ٹھکرا دیتے تھے۔ جس پر قرآن کی گواہی موجود ہے۔ ہر مسئلہ میں بخاری بخاری کرنے والو آج کیا ہو گیا ہے کہ امام بخاری کی بخاری شریف کی روایت کو ردی کی ٹوکری میں ڈال رہے ہو۔ نیز ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے کی وجہ

سے ابولہب کے عذاب میں تخفیف کے متعلق اظہار تعجب بھی عجیب جہالت پر مبنی ہے۔
حدیث بخاری ج ۲ص ۷۶۴ پر یہ لفظ موجود ہیں لعتاقتی ثوبیۃ یعنی پیر کے روز میرے عذاب میں تخفیف اسلئے ہوتی ہے کہ میں نے ثوبیہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ بخاری شریف کے ان الفاظ کے ہوتے ہوئے مؤلف مذکور کو اس پر تعجب کا اور انکار کا کیا حق حاصل ہے۔ کیا یہ حدیث بخاری سے استہزاء نہیں ہے۔

قارئین کرام! مؤلف نے ص ۵۰ پر ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کو خود تسلیم کرلیا ہے۔ اب میں اس مؤلف سے کیا یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ ابوطالب کی تخفیف کا قول لایخفف عنہم العذاب کیخلاف ہے یا نہیں۔ شق اوّل کی صورت میں آپ قرآن کی صریح مخالفت کے مرتکب قرار پائیں گے اور شق ثانی کی صورت میں وجہ بتانی پڑے گی۔

نیز یہ بتایئے گا کہ ابوطالب کے عذاب کی تخفیف کسی آیت قرآنی سے ثابت ہے یا نہیں اگر ثابت ہے تو اس آیت کی نشاندہی کرنی ضروری ہے۔ اگر ثابت نہیں تو پھر کیا حدیث میں کہیں یہ چیز ملتی ہے۔ اگر ملتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ابوطالب کی تخفیف عذاب کا قول حدیث میں ہونے کی وجہ سے مقبول ہے اور ابولہب کی تخفیف عذاب کا قول مردود ہے۔ حالانکہ حدیث بخاری سے ثابت ہے۔

اگر کہا جائے کہ آیت مذکورہ کے عموم سے ابوطالب کی حدیث سے تخصیص کرلی گئی ہے تو جواباً گذارش ہے کہ اسی طرح ابولہب کی بھی آیت مذکورہ کے عموم سے حدیث بخاری سے تخصیص کی گئی ہے۔ ابو طالب کی تخصیص ہوسکتی ہے تو ابولہب کی تخصیص کیوں نہیں ہوسکتی حالانکہ دونوں کی تخفیف احادیث سے ثابت ہے۔

قارئین کرام! اس کے بعد ہم مولف ''حقیت میلاد'' پر چند ایرادات وارد اعتراضات کر کے مطالبہ کرتے ہیں کہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے ہمارے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں۔ ورنہ کم از کم از خود تحریم و تحلیل کو اپنا فرض منصبی سمجھنے سے توبہ کرلیں۔

ایرادات

(۱) عید میلاد، محفل میلاد اور جلوس میلاد کی ممانعت و حرمت پر کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کرو جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہو کیونکہ کسی شے کی حرمت بغیر اس کے ثابت نہیں ہو سکتی۔

(۲) لاتقدموا اور لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے خطاب میں صحابہ کرام داخل ہیں یا نہیں۔ اگر داخل نہیں تو یہ آپ کے پیش کردہ شان نزول کے خلاف ہے اور اگر داخل ہیں تو پھر ترک رسول (یعنی کسی چیز کو رسول کا نہ کرنا) صحابہ کیلئے بھی سنت قرار پائے گا۔ پھر صحابہ نے قرآن کو جمع اور ترتیب دے کر اور جمعہ کی اذان اوّل مقرر کر کے اور جماعت کیساتھ تراویح پڑھ کر اور آپ حضرات نے تشیید مساجد اور مروجہ ختم بخاری کر کے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے کیونکر پیش قدمی کی ہے۔

اعتراض ۳ بدعت اور ضلالت کا مفہوم جزی ہے یا کلی۔ کلی ہونے کی صورت میں ان کے مابین نسب اربعہ میں سے کون سی نسبت ہے۔ کوئی سی نسبت کی صورت میں کتنے اور کون کون سے قضیئے بنتے ہیں۔

اعتراض ۴ من ابتدع بدعۃ ضلالۃ حدیث کے ان الفاظ میں لفظ بدعت کی اضافت لفظ ضلالت کی طرف ہے یا نہیں اگر ہے تو بیانی ہے یا کوئی اور اگر بیانی ہے تو جن دو چیزوں کے مابین بیانی ہو ان دو کے مابین کون سی نسبت ہوتی ہے۔

اعتراض ۵ اگر بدعت ضلالۃ میں اضافت نہیں تو پھر لفظ ضلالۃ لفظ بدعت صفت بن کر اس کی تخصیص کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر کر رہا ہے تو اس کے بعد کیا نتیجہ۔

اعتراض ۶ بدعت اور ضلالت کا مفہوم کلی ہے یا جزی۔ کلی ہونے کی صورت میں اس کے تحت انواع ہیں یا افراد اور جزی ہونے کی صورت میں حقیقی یا اضافی۔

اعتراض ۷ فرح وسرور کا مفہوم کلی ہے یا جزی۔ کلی ہونے کی صورت میں انواع پر مشتمل ہے یا اشخاص پر۔

اعتراض ۸ کلی کے انواع یا اشخاص کا حکم وہی ہوتا ہے جو کلی کا ہو۔ یا کوئی اور۔

اعتراض ۹ حدیث مشکوٰۃ میں **نعمة البدعة هذه** کے جملہ میں بدعت کی مدح لفظ نعم سے کی گئی ہے یا نہیں۔ اگر کی گئی ہے تو بدعت حسنہ ثابت ہوئی نہیں۔

اعتراض ۱۰ قرآن پاک اوّل سے آخر تک اور تمام صحیح احادیث حجت شرعیہ ہیں یا کوئی خاص مقدار۔ اور وہ کتنی مقدار ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

قارئین کرام! چونکہ یہ عجالہ نافعہ عجلت کے پیش نظر صرف بارہ گھنٹوں میں لکھا گیا ہے اس لئے ممکن ہے کوئی غلط ہوگئی ہو۔ از راہ شفقت مطلع فرما کر موقعہ تشکر عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس عجالہ کو بحرمت سیّد الابرار ﷺ اور بطفیل حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ باعث ہدایت اور ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین یارب العالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیّد الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ بروز بدھ بمطابق ۱۲ جون ۶۸ء